نمبر ۳۲	۲۸ ماہ اخاء ۱۳۳۱ ہش ۸ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۲ء	جلد ۱

خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ایک نہایت مبارک تقریب

قادیان ۲۶ اکتوبر جیسا کہ قبل ازیں اطلاع شائع کی جا چکی ہے۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ ابن سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ مورخہ ۱۲ اکتوبر کو قادیان سے روانہ ہو کر دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز مورخہ ۱۴ اکتوبر کو لاہور اور پھر وہاں سے حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالےٰ کے ہمراہ ربوہ پہنچے۔ اگرچہ آپ کی شادی خانہ آبادی کے متعلق ربوہ سے پوری تفصیلات بہم نہیں پہنچ سکیں۔ تاہم اس قدر اطلاع ملی ہے۔ کہ مورخہ ۱۶ اکتوبر کو چار بجے رخصتانہ کی تقریب عمل میں آئی۔ اور مورخہ ۱۹ ماہ حال کو آپ کی دعوتِ ولیمہ ہوئی۔ اللہ تعالےٰ اس مبارک تقریب کو ہر طرح مثمر ثمرات حسنہ فرمائے۔ ہماری طرف سے نیز درویشان قادیان اور جملہ جماعتہائے ہندوستان کی طرف سے اس مبارک تقریب پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ۔ حضرت سیدہ ام وسیم احمد صاحب۔ بیگم صاحبہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ اور بیگم صاحبہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب۔ اور خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے افراد کی خدمت میں پُرخلوص ہدیہ مبارکباد پیش ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی کی طرف سے مرسلہ تار مورخہ ۲۵/۱۰/۵۲ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ مع اپنی بیگم صاحبہ کے مورخہ ۲۷ اکتوبر کی صبح کو بذریعہ ہوائی جہاز لاہور سے دہلی کے لئے روانہ ہوں گے۔

دہلی میں سلسلہ کی طرف سے آپکے استقبال کیلئے مکرم مرزا برکت علی صاحب آف ابادان اور محترمہ امۃ الرحیم بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا صاحب موصوف مورخہ ۲۶/۱۰/۵۲ کو صبح کی گاڑی سے دہلی روانہ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اپنے ان وعدوں کے مطابق جو اس نے اپنے پاک مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی ذریت طیبہ سے فرمائے ہیں۔ محترم صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ اور آپ کی بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالےٰ پر اپنی رحمتیں اور فضل نازل فرمائے۔ ان کو خیر و عافیت سے قادیان واپس لائے۔ اور اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ اور ان مبارک وجودوں کی قادیان میں مراجعت کو قادیان کی بحالی کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین ثم آمین ؛

بھائی عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر بدر قادیان سے شائع کیا۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

ربوہ مبارکہ ۲۵ر اکتوبر۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ:۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو ٹانگ میں تکلیف اور ضعف ہے۔

احباب کرام سے درخواست ہے کہ اپنے مقدس آقا کی صحت کاملہ، درازیٔ عمر اور مقاصد عالیہ میں کامیابی کے لئے متواتر اور پُرخلوص دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان کی فیوض و برکات کے حاصل کرنے کا زرین موقعہ

احباب کرام! اس وقت احمدیت کا دائمی مرکز جس کو خدا تعالیٰ نے ہر قسم کی برکات و انوار سے نوازا ہے۔ اور جو موجودہ زمانہ کے مامور و مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مولد و مسکن اور مدفن ہے۔ اور نور اسلام کو پھیلانے کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ اس میں موجودہ وقت میں مخصوص حالات کے پیش نظر رہائش اختیار کر کے خدمت سلسلہ کا زریں موقعہ ہے۔ دنیا کے گوشہ گوشہ سے احمدیت کے فدائی اس مقدس مقام کو دیکھنے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ لیکن ان کو یہ موقعہ میسر نہیں آتا ہندوستانی احمدیوں پر خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ کہ ان کے لئے موجودہ حالات میں مرکز احمدیت میں رہنے اور اس میں خدمات سلسلہ سرانجام دینے کے لئے سہولت اور موقعہ بہتر ہے۔

پس احباب میں سے جو وقف کر کے قادیان آسکیں وہ وقف کر کے آجائیں۔ اور جو بغیر وقف خدمت سلسلہ کے لئے تشریف لا سکیں وہ اسی طرح آئیں۔ مڈل پاس۔ میٹرک پاس نوجوانوں اور پنشنر احباب سے خاص طور پر مرکز میں آنے کی درخواست کی جاتی ہے۔ تفصیلی معلومات کے لئے نظارت امور عامہ قادیان سے خط و کتابت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس زریں موقعہ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان

ضروری اطلاع

بعض کشمیری احباب کو یہ غلط اطلاع ہے کہ خواجہ عبدالغفار صاحب ڈار سابق ایڈیٹر اخبار "اصلاح" سرینگر راولپنڈی میں شہید ہو گئے ہیں یہ خبر غلط ہے۔ جہاں تک واقفات کا تعلق ہے۔ خواجہ عبدالغفار صاحب بفضلہ تعالیٰ خیر و عافیت سے ہیں۔ اور کبھی کبھار ان کا خط بھی آجاتا ہے۔

(ناظر اعلیٰ قادیان)

برموقعہ مراجعت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

از مکرم مرزا برکت علی صاحب اسسٹنٹ سول انجینئر آف آبادان حال قادیان

شکر صد شکر کہ احمدؐ کا غلام آتا ہے
زیب دستار کئے فتح و ظفر کا سہرا
اپنی قدرت کو لیکر وہ بصد جاہ و جلال
(نبیرہ امۃ اللہ ...)
آج سورج نکل آیا یہ کدھر مغرب سے
پاس مینارۂ بیضا کے بصد عز و شرف
آج رونق ہے عجب میکدۂ عرفاں میں
شاد و خرم نہ ہوں کیوں، مرد و زن پیر و جواں
منتظر تیرے تجھے مرحبا کہتے ہیں دیکھ
پیشوائی کو ہیں صف بستہ تمامی درویش
بن فارس کی دلہن بن گئی اک دخت کرام
ہو گئی دور غم و ہجر کی کلفت ساری

للہ الحمد! کہ بانیل مرام آتا ہے
سرو قد۔ مہ جبیں، شیریں کلام آتا ہے
اپنے مرکز کی طرف ماہ تمام آتا ہے
ہم سمجھتے تھے کہ مشرق سے مدام آتا ہے
ہو کے نازل یہ مسیحا کا غلام آتا ہے
بادہ خواروں کے لئے وصل کا جام آتا ہے
ساتھ دلہن کو لئے عالی مقام آتا ہے
جب کہ آتا ہے وہ ابن امام آتا ہے
پیارے محمود کا پیارا اشلام آتا ہے
جابجا ہے یہی مژدہ یہ پیام آتا ہے
میرے محمود کا لے کر وہ سلام آتا ہے

ہندوستان کے احمدی احباب کی خدمت میں ایک کھلا مکتوب

پھر پرستش جراحت دل کو چلا ہے عشق ::
سامان صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

اخبار بدر مورخہ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۵۲ء کے ذریعہ احباب سلسلہ عالیہ احمدیہ کو یہ خبر معلوم ہو گئی ہوگی کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی کریمانہ توجہ نے اپنے اس دیرینہ خادم کو ناظر تعلیم و تربیت اور ایڈیشنل ناظر دعوت و تبلیغ کے عہدوں پر سرفراز فرمایا ہے۔ حضور اقدس کے ارشاد اور حکم کے ماتحت یہ ناچیز مونگیر (صوبہ بہار) سے جو کہ ایک ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۵۲ء کو قادیان حاضر ہوا۔ اور ۱۸ر اکتوبر کو ان عہدوں کے چارج کو اپنے ضعیف کاندھوں پر اس امید کیساتھ لیا کہ حضرت اقدس ایدہ اللہ کی دعائیں کارہائے مفوضہ کو انجام دینے میں میرے شامل حال ہونگی۔ احباب جماعت سے بھی درخواست ہے۔ دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میری ہر قسم کی کمزوریوں کو دور فرما کر اپنے برگزیدہ خلیفہ ایدہ اللہ کی منشائے مبارک کے مطابق دینی خدمت ادا کرنے کی توفیق۔ قوت اور سعادت بخشے۔ دوسری درخواست ہندوستان (جس میں قادیان بھی شامل ہے) کے تمام اُن احمدیوں سے جنہوں نے ہر طرح قربانیاں کر کے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی پاکیزہ تعلیمات پر صدق دل سے ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے اپنوں اور غیروں کے ہاتھوں ہر قسم کے مصائب جھیلے دکھ سہے اور طعن و تشنیع برداشت کئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور منتیں مان کر اس نعمت الٰہیہ کو پورے عزم کے ساتھ اس نیت سے اپنے سینوں سے لگائے ہوئے ہیں کہ جو کچھ بھی ہم پر گذرے کیسا ہی انقلاب عظیم آئے ہم راہ وفا سے منہ نہ موڑیں گے۔ اور نہ قدم پیچھے ہٹائیں گے۔ بلکہ ہر مصیبت کے وارد ہونے پر قدم آگے ہی بڑھائیں گے۔ ایسے ہی عاشقان احمدیت سے میری پُردرد اپیل ہے کہ آپ اپنی محبوب احمدیت (جس کا دوسرا نام تعلیم و تربیت اسلام ہے) اور سیدنا و شفیعنا سرور انبیاء، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ (جس کا دوسرا نام تعلیم و تربیت ہے) کی اشاعت و ترویج کے کاموں میں جن کو قادیان کی نظارتوں اور اُن کے معاونین درویشوں نے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی ہدایات کی روشنی میں انجام دینے کا عزم بالجزم کیا ہے آپ حضرات بھی اس تبلیغی۔ تعلیمی۔ اور تربیتی جدوجہد میں جان اور مال سے حصے لیں۔ ہندوستان کی اکثر احمدیہ جماعتوں سے ہماری نظارتوں کی بعض شکائتیں اور ممکن ہے کہ آپ حضرات کو بھی کچھ ہوں برائے خدا اُن تمام شکووں اور گلوں کو بھول بھلا کر نئے جوش اور ولولے کے ساتھ موالات کرتے ہوئے مجنونانہ طور پر پہلی مقصد کے حصول میں گامزن ہوں۔ یعنی ایمانی اخلاص کی متحدہ طاقتوں کے ساتھ ایک تبلیغی۔ تعلیمی اور تربیتی محاذ قائم کریں۔ اور پُرامن طریقے سے مخلوق خدا کے سچے ہمدرد بن کر ہندوستان میں روحانیت کے پیاسوں کو وہ آبحیات پلائیں جس کے متعلق بنی نوع انسان کے سچے ہمدرد انسان (علیہ السلام) نے فرمایا ہے:

تشنہ بیٹھے ہو کنارے جوئے شیریں حیف ہے
سرزمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار

کیا میں امید رکھوں کہ میرے مخلص احمدی احباب قادیان کی نظارتوں کے ہر ایک اعلان پر لبیک کہتے ہوئے اپنی اپنی جماعتوں کی تبلیغی تعلیمی اور تربیتی رپورٹیں ماہ بماہ برابر ارسال فرماتے رہیں گے اور اپنے مقررہ چندے وقت مقررہ پر ارسال فرماتے رہیں گے۔ آپ اپنے اسماء اور پتے بھی ارسال فرمائیں تاکہ آپ کی مخلصانہ کوششوں کی راہ میں جو رکاوٹیں ہوں اور جن کو آپ بطور خود حل نہ کر سکتے ہوں اُن کے حل کرنے میں میں بھی آپ کی معاونت کروں۔ والسلام

تنبیہ۔ واللہ ینصرکم اللہ۔

آپکی پیاری احمدیت کا خادم
خلیل احمد (مونگھیری) ناظر تعلیم و تربیت ایڈیشنل ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

خطبہ جمعہ

اگر کسی مذہب پر عمل کرنے کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نہیں ملتا تو وہ مذہب محض نام کا مذہب ہے

عبادت حسن ظنی اطاعت۔ دین کیلئے قربانی کا جذبہ۔ نماز اور روزہ وہ ذرائع ہیں جنسے خدا تعالیٰ ملتا ہے

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۶ ستمبر ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ

خطبہ نویس مکرم سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
مذہب جس نے ہمیشہ دنیا کا اکثر حصہ ... ہے
یا وہ جس کے نام سے اور جس کی خاطر ہزاروں
اور لاکھوں بے گناہوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔
ہزاروں اور

لاکھوں بے قصوروں پر ظلم

کیا جاتا ہے ... ہزاروں اور ... امداد
کو امداد سے محروم کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے اندر
درحقیقت ایک ہی خصوصیت رکھتا ہے ... اور
وہ خصوصیت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور بندہ کے
درمیان تعلق پیدا کیا جائے۔ دنیا میں کئی قسم کی
نیکیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اگر مذہب نہ بھی ہو۔ تو
بھی لوگ وہ کام کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے کرواتے
ہیں۔ مثلاً ماں باپ سے محبت کرنا ہے۔ ایک دہریہ
بھی اپنے ماں باپ سے محبت کرتا ہے۔ ایک
فلسفی بھی ماں باپ سے محبت رکھتا ہے۔ ایک
... اور لالچی انسان جو دوسروں کا مال لوٹ
کر اپنا گھر بھرنا چاہتا ہے۔ وہ بھی جب ماں باپ
کے سامنے آتا ہے۔ تو اس کی آنکھوں میں

محبت کی جھلک

آ جاتی ہے۔ ایک ڈاکو اور قاتل انسان بھی ماں باپ
سے محبت کرتا ہے اور بسا اوقات وہ قاتل اور
ڈاکو بنتا ہی اس لئے ہے۔ کہ کسی نے اس کے ماں
باپ بہن بھائی یا کسی اور رشتہ دار پر ظلم کیا
ہوتا ہے۔ اور وہ اس کا بدلہ لینے کے لئے اس ظالم
کو قتل کر دیتا ہے۔ وہ اس کا بدلہ لینے کے لئے ڈاکو
بن جاتا ہے ... اور مذہب بھی یہی کہتا ہے ... ماں باپ
سے محبت کا سلوک کرو۔ اور ان کا احترام کرو۔
پھر مذہب کہتا ہے۔ بیوی سے محبت کرو۔ اور اس
کا احترام کرو۔ مذہب کہتا ہے کہ عورت اپنے خاوند
سے محبت کرے۔ اور اس کا احترام کرے۔ لیکن
اگر مذہب نہ بھی ہو۔ تو بھی لوگ اپنی بیویوں سے
محبت کریں گے۔ اگر مذہب نہ بھی ہو تو بھی عورتیں
اپنے خاوندوں سے محبت کریں گی اور ان کا احترام
کریں گی پھر

مذہب کہتا ہے

جھوٹ نہ بولو۔ اب اس کے لئے کسی مذہب
کی ضرورت نہیں۔ جن قوموں میں کوئی مذہب
نہیں پایا جاتا مثلاً ایران کے جنگلی قبائل ہیں۔ جو خدا
اور اس کے رسول اور کتاب پر ایمان نہیں رکھتے
انہیں دیکھو تو وہ بھی شریف انسان کی یہی تعریف
کریں گے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ حالانکہ وہ
کسی مذہب کے متبع نہیں۔ ان کا رسول اور
کتاب پر ایمان نہیں ہوتا۔ لیکن شرافت کے ساتھ
سچ کا تعلق وہ بھی مانتے ہیں۔ پھر چوری چکاری
کے ساتھ بھی مذہب کا کوئی تعلق نہیں۔ مذہب
بے شک یہ کہتا ہے کہ چوری نہ کرو۔ لیکن جہاں
مذہب نہیں وہاں بھی

شرافت یہ کہتی ہے

کہ چوری کرنا بُرا ہے۔ پھر لڑائی جھگڑا۔ دنگا فساد
غیبت اور دوسرے سے بغض اور کینہ رکھنا ہے
مذہب ان سے منع کرتا ہے۔ لیکن اگر مذہب نہ
بھی ہو۔ تو بھی ایک شریف انسان ان برائیوں
سے اجتناب کرے گا۔ پس یہ تمام چیزیں ایسی
ہیں۔ کہ جہاں مذہب نہیں وہاں بھی پائی جاتی
ہیں۔ اور جہاں مذہب ہے وہاں بھی یہ سب
موجود ہیں۔ اگر کوئی چیز ایسی ہے۔ کہ جہاں
مذہب ہے۔ وہاں تو وہ موجود ہے۔ لیکن
جہاں مذہب نہیں وہاں وہ موجود نہیں۔ تو
وہ

خدا تعالیٰ سے تعلق

پیدا کرنے کا خیال ہے۔ اگر مذہب نہیں تو انسان
خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا خیال
نہیں رکھتا۔ وہ کہے گا مجھے خدا تعالیٰ سے
تعلق پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے یا وہ سرے
سے خدا تعالیٰ کا ہی انکار کر دے گا لیکن
ایک مذہب کا پابند انسان خدا تعالیٰ سے
سے تعلق پیدا کرنے کا محتاج ہوتا ہے۔ ہر مذہب
کا ماننے والا کہے گا کہ مجھے خدا تعالیٰ سے تعلق
پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہی اس

امتیازی نشان

کو کس حد تک اختیار کیا جاتا ہے۔ کہنے کو تو ہر
مذہب والا یہی کہتا ہے۔ کہ مجھے خدا تعالیٰ سے
تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن کتنے
لوگ ہیں جن میں تعلق باللہ پیدا کرنے کا احساس
اس شدت سے پایا جاتا ہے جس شدت سے
وہ پایا جانا چاہئے۔ ۱۰۰ میں سے ۹۹ نہیں
ہزار میں سے ۹۹۹ نہیں۔ بلکہ ایک لاکھ میں
سے ۹۹ ہزار ۹ سو ننانوے اور شاید اس
سے بھی کم وہ لوگ نکلیں گے جن میں مذہب کا
خیال تو ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ سے محبت نہیں
اور صرف یہی نہیں کہ انہیں

خدا تعالیٰ سے محبت

نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کا
خیال بھی ان میں نہیں پایا جاتا۔ ایک انسان
تندرست ہے تو اچھی بات ہے۔ لیکن اگر ایک
شخص بیمار ہے اور اسے خواہش ہے۔ کہ اس
کا علاج ہو۔ تو بھی اس کے اچھے ہونے کی
امید ہے۔ لیکن اگر ایک انسان بیمار ہے۔ اور
وہ اپنے علاج کا خیال بھی نہیں کرتا تو اس کے
اچھا ہونے کی امید نہیں ہو سکتی۔ ایک لاکھ
میں سے ۹۹ ہزار ۹ سو ننانوے کو تو خواہش
ہی نہیں کہ ان کا علاج ہو۔ اس لئے امید نہیں
کہ وہ اچھے ہوں۔ بیماری سے وہی شخص شفا پا سکتا
ہے جس کو یہ احساس ہو۔ کہ میں بیمار ہوں۔ اور
اس بیماری سے نجات حاصل کرنے کے لئے
مجھے کوشش کرنی چاہئے۔
ہماری جماعت

ایک نئی قائم شدہ جماعت

ہے۔ اس پر ابھی جوانی کا وقت بھی نہیں آیا۔ لیکن
زمانہ کی رو اور گرد و پیش کے حالات کی وجہ سے
میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے لوگوں میں یہ جذبہ نہیں
کہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا جائے۔ خدا تعالیٰ
سے محبت پیدا کی جائے۔ روزانہ ۵۰ - ۰۰ خطوط
دعا کے لئے مجھے آتے ہیں۔ اور اگر رقعے وغیرہ
ملا لئے جائیں۔ تو سو سوا سو بن جاتے ہیں۔ ان
تمام خطوط کو نکال کر دیکھ لو۔ ان میں یہی ذکر ہوگا کہ
میری بیوی بیمار ہے دعا کریں کہ وہ تندرست ہو
جائے۔ میں نے ایک سودا کیا ہے۔ دعا کریں کہ
یہ سودا بابرکت ہو۔ میں نے شادی کرنی ہے دعا
کریں کہ کوئی اچھی بیوی مل جائے۔ میرے گھر بچہ پیدا
ہونے والا ہے دعا کریں کہ لڑکا پیدا ہو۔ میری ترقی
کا وقت آ گیا ہے۔ دعا کریں کہ میرے افسر مجھے ترقی
دے دیں۔ میں نوکری کرنے والا ہوں دعا کریں کہ
مجھے کوئی اچھی ملازمت مل جائے۔ میں ایک دکان
کھولنے والا ہوں دعا کریں کہ اس دکان میں خدا
تعالیٰ برکت ڈالے۔ میں نے فلاں فصل بوئی
ہے دعا کریں کہ بارش ہو جائے۔ اور فصل
اچھی ہو۔

غرض

سو سوا سو خطوط

اسی قسم کے ہوں گے۔ اور معلوم ہوگا کہ ہر انسان
کا ذہن۔ دکان۔ نوکری۔ ترقی۔ صحت۔ تندرستی
وغیرہ کی طرف جا رہا ہے۔ اور اگر کوئی خانہ خالی
ہے۔ تو وہ صرف خدا تعالیٰ کا ہے۔ بہت کم
خطوط ایسے نکلیں گے جن کے لکھنے والوں میں خدا
تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی تڑپ پائی جاتی ہو۔
سو سوا سو خطوط میں سے ایک دو خط ایسے ہوں گے
جن میں تعلق باللہ اور خدا تعالیٰ سے محبت پیدا
کرنے کے لئے دعا کی درخواست کی جاتی ہے
خصوصاً نوجوانوں میں میں دیکھتا ہوں کہ ان میں
خدا تعالیٰ سے ملنے کی خواہش بہت کم ہے ان
کی زبان زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ وہ دوسروں پر
اعتراضات کریں گے۔ ان میں نقص نکالیں گے

لیکن ان میں سے کوئی اپنی طرف نہیں دیکھے گا۔ کہ اس میں فلاں نقص ہے اور اس کی۔

اصلاح کی ضرورت

ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ تمہیں دوسرے کی آنکھ کا تنکا تو نظر آتا ہے۔ لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ یہ فقرہ کیا ہی سچا فقرہ ہے۔ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں اپنے آپ کو مصلح اور ریفارمر قرار دینا چاہتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ گندمیں سے مشک نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بھلا کوئی انسان پیشاب اور پاخانہ سے بھی مشک نکال سکتا ہے مشک کے لئے خدا تعالےٰ نے جو ذرائع بتائے ہیں۔ انہیں ذریعوں سے وہ حاصل ہوگی اور عبادت۔ حسن ظنی۔ اطاعت۔ دین کے لئے قربانی کا جذبہ۔ نماز اور روزہ وغیرہ ہی ایسے ذرائع ہیں جن سے خدا تعالےٰ ملتا ہے۔ اگر تم خدا تعالےٰ سے تعلق پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس کے حصول کے جو ذرائع ہیں۔ ان سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ میں نے جماعت کو پہلے بھی کئی بار کہا ہے اور اب پھر کہنا چاہتا ہوں

خصوصاً نوجوانوں کو میں کہتا ہوں

کہ اگر تم احمدیت اسلام اور مذہب سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔ تو وہ فائدہ تم اس وقت تک نہیں اٹھا سکتے۔ جب تک کہ تمہیں خدا تعالےٰ نہ ملے باقی چیزیں اس کی تابع ہیں۔ بے شک احمدیت کی ترقی اچھی چیز ہے۔ لیکن اگر ایک گاؤں سارے کا سارا احمدی ہو جائے۔ اور اسے خدا تعالےٰ نہ ملے۔ تو صرف اتنی بات ہوگی کہ اس سیاہی سے منہ کالا نہیں کیا اُس سیاہی سے منہ کالا کر لیں۔ اس گندے جوہڑ سے پانی نہیں پیا اُس گندے جوہڑ سے پانی پی لیا۔ اگر خدا تعالےٰ انہیں ملتا تو سیاہی نور نہیں بن جائے گی۔ اگر خدا تعالےٰ نہیں ملتا۔ تو جوہڑ آب زمزم نہیں بنے گا۔ سیاہی سیاہی ہی ہے۔ چاہے اس کا نام ہندو رکھو۔ عیسائی رکھ لو۔ مسلمان رکھ لو۔ یا احمدی رکھ لو۔ جوہڑ جس کو اردو میں جوہڑ کہتے ہیں۔ وہ جوہڑ ہی ہے۔ وہ آب زمزم نہیں کہلا سکتا۔ چاہے اس کا کوئی نام رکھ لو۔ جب تک فی الواقعہ آب زمزم نہیں بن جاتا۔ اسی طرح احمدیت اور اسلام تمہیں اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک تمہیں

خدا تعالےٰ نہیں مل جاتا

اگر تم عرق گاؤزبان کی بوتل پر روح کیوڑہ لکھ دو تو کیا وہ روح کیوڑہ بن جائے گا۔ پانی پر اگر روح گلاب لکھ دیا جائے۔ تو اس سے کیا بنتا ہے۔ جب اندر روح گلاب نہ ہو۔ یہ تو دھوکا ہوگا۔ دھوکا باز عطار اسی طرح کرتے ہیں۔ علاقہ میں وبا شروع ہوتی ہے۔ مثلاً ملیریا شروع ہوتا ہے۔ اور حکیم لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ مریض کو عرق نکو اور عرق گاؤزبان پلاؤ۔ تو ایک دیانتدار عطار بعض دفعہ کہہ دے گا کہ میرے پاس عرق نکو اور عرق گاؤزبان تیار نہیں۔ لیکن بددیانت عطار کہے گا میرے پاس دونوں چیزیں موجود ہیں۔ وہ پانی لے گا۔ بوتل میں بھرے گا۔ اور کہے گا۔ یہ عرق نکو ہے۔ یہ عرق کاسنی ہے۔ یہ عرق گلاب ہے۔ تم جو بھی مانگو گے۔ وہ اس کے پاس موجود ہوگا۔

ہماری تاریخ طب کی کتابوں میں ایک

تاریخی واقعہ

لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک عباسی بادشاہ نے کہا۔ اب طب ترقی کر رہی ہے۔ تو کسی نے کہا۔ طب ترقی کیسے کر سکتی ہے۔ جب تک دوائیں بیچنے والوں میں دیانت پیدا نہ ہو۔ تم چاہے کوئی نسخہ لکھو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ بادشاہ نے کہا بغداد میں دوا فروشوں کی پانچ چھ سو دوکانیں ہیں۔ تم تجربہ کر لو۔ اس پر انہوں نے کسی دوائی کا مصنوعی نام رکھ لیا اور کہا۔ یہ دوا منگوا دو۔ وہ دوا آنی شروع ہوئی۔ کسی دوا فروش نے مٹھی بھیج دی اور کہا یہی وہ دوا ہے۔ غرض سب دوکانداروں نے یہی طریق اختیار کیا۔ صرف ایک دوکاندار ایسا نکلا جس نے کہا کہ میرے پاس یہ دوا نہیں۔ میں نے یہ نام نہیں سنا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ کس دوکاندار نے سچ بولا ہے۔ تو طبیبوں نے کہا سب جھوٹ بولتے ہیں

سچا وہی ہے

جو کہتا ہے کہ میں نے یہ نام پہلے نہیں سنا۔ کیونکہ ہم نے مصنوعی نام رکھ کر یہ تجربہ کیا تھا اسی تجربہ کی وجہ سے مسلمان بادشاہوں نے دواسازی کا بھی امتحان رکھا تھا۔ (پاکستان میں بھی اب یہ کوشش ہو رہی ہے) دوائیوں کی پہچان کے لئے سکول بنائے گئے تھے۔ اور جو شخص وہ مخصوص امتحان پاس کر لیتا تھا اسی کو دوائی بیچنے کی اجازت دی جاتی تھی۔

اسی طرح تم کوئی نام رکھ لو۔ تم مٹی کا نام سونا رکھ لو۔ تو مٹی سونا نہیں بنے گی۔ تم دنیاداری کا نام مذہب رکھ لیتے ہو۔ تو تمہیں مذہب کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ مذہب اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ جب تک کہ

تعلق باللہ پیدا نہ ہو

مذہب خدا تعالےٰ سے تعلق پیدا کرنے کا نام ہے۔ آپ لوگ نماز پڑھیں۔ ذکر الٰہی کی عادت ڈالیں۔ غور و فکر کی عادت پیدا کریں۔ ہر ایک بات کو سوچیں اور اس سے نتیجہ نکالیں آج کل لاکھوں میں کوئی ایک ہوگا جسے سوچنے کی عادت ہو۔ سب لوگ نقل کے عادی ہوتے ہیں۔ بات سن لی اور نقل کر دی۔ یہ نہیں کہ خود سوچ بچار کر کے کوئی نتیجہ اخذ کیا جائے۔ وہ خود اس بات پر غور نہیں کرتے۔ کہ

سچ کی کیا تعریف ہے

تو میں کیسے بختی ہیں۔ کن ذرائع سے بھلائیاں برائیاں نظر آتی ہیں اور برائیاں بھلائیاں نظر آتی ہیں۔ جب انسان بجائے غور و فکر کے محض جذبات سے کام لیتا ہے تو وہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو۔ تم اگر بامراد ہونا چاہتے ہو۔ تم اگر خوشی کی موت مرنا چاہتے ہو۔ تو تم اپنی زندگی کو مفید بناؤ۔ جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بہتر عبادت یہ ہے۔ کہ تم یہ محسوس کرو۔ کہ تم خدا تعالےٰ کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم خدا تعالےٰ کو نہیں دیکھ رہے تو تمہیں یہ یقین ہو کہ خدا تعالےٰ تمہیں دیکھتا ہے۔ تم بھی اپنے اندر یہی رنگ پیدا کرو۔ تا جب موت آئے تو اگر تم خدا تعالےٰ کو نہیں دیکھتے۔ تو تمہیں یقین ہو کہ خدا تعالےٰ تمہیں دیکھ رہا ہے اس کے بغیر حقیقی راحت حاصل نہیں ہو سکتی باقی چیزیں سب ڈھکوسلے ہیں۔ ان میں کوئی حقیقت نہیں۔ اگر کسی مذہب پر عمل کرنے کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ نہیں ملتا۔ تو وہ مذہب محض نام کا مذہب ہے۔ اس کے اندر کوئی حقیقت نہیں ❊

تقرر عہدیداران جماعتہائے احمدیہ ہندوستان

نمبر شمار	نام جماعت	عہدہ	نام و پتہ عہدیداران	کیفیت
۱	ہبلی	پریذیڈنٹ	عبدالرزاق صاحب کنور فورٹ ہبلی ضلع دھارواڑ	نوٹ:۔ جماعت عہدیداروں کی میعاد ۳۰؍ اپریل ۱۹۵۲ء تک ہے۔
۲		جنرل سیکرٹری	حضرت صاحب منڈا اسگر۔ مداری ہبلی ضلع دھارواڑ۔	
۳		سیکرٹری تبلیغ	شیخ عبدالغنی صاحب پردہ والے " "	
۴		سیکرٹری تعلیم تربیت	شیخ محبوب صاحب " ہندوستان صوبہ "	
۵		سیکرٹری تحریک جدید	دادا بھائی صاحب بیرجی محول پیٹھ ہبلی ضلع دھارواڑ	
۶		سیکرٹری امور عامہ	محمد حسین صاحب کرنگی محول پیٹھ کملا پیٹھ ضلع دھارواڑ	
۷		سیکرٹری مال	حمیدالدین صاحب احمدی c/o A.D. Bajhgar ۳۴ نمبر بلڈنگ ضلع "	
۸		سیکرٹری وصایا	محمد عثمان صاحب مصری c/o دارالتبلیغ کلیمی اڑبن لائن ضلع دھارواڑ	
۹	سیوہ بنڈار	سیکرٹری تحریک جدید	بی اسمٰعیل صاحب معرفت مسجد احمدیہ سیوہ بنڈار ڈاک خانہ ریلوے اسٹیشن گھاٹ سیلا۔ بہار	
۱۰	موسیٰ بنی مائنز	سیکرٹری تحریک جدید	عطاء الرحمٰن صاحب مقام و ڈاکخانہ موسیٰ بنی مائنز ضلع سنگھ بھوم بہار۔	
۱۱	جمشید پور	سیکرٹری تحریک جدید	عبدالحمید آر۔ ڈاڈیپارٹمنٹ TISCO جمشید پور B.N.R بہار	
۱۲	رانچی	سیکرٹری تحریک جدید	تقی احمد صاحب معرفت سید محی الدین صاحب ایڈووکیٹ "آشیانہ" رانچی بہار	

ناظر اعلیٰ قادیان

گائے کشی کے خلاف ہندوؤں میں نئی تحریک!

راشٹریہ سیوم سیوک سنگھا کی طرف سے مورخہ ۲۶ ماہ حال کو ہندوستان بھر میں گائے کشی کو بند کرانے کے لئے مہم کا آغاز کیا گیا ہے۔ اس دن ہندوستان میں جس طریق پر یہ تحریک منائی گئی ہے اس کی تفصیلات تو ابھی موصول نہیں ہوئیں۔ اس لئے اس پر کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔

جہاں تک گائے کشی کے مذہبی پہلو کا تعلق ہے۔ قطع نظر اس کے کہ گائے کشی پرانے زمانہ میں ہندوستان میں ہوتی تھی یا نہیں۔ اور اس بارہ میں پرانی کتابوں میں کس حد تک تفصیل ملتی ہے۔ ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سیکولر حکومت کے لئے مذہبی بناء پر گائے کشی پر پابندی لگانا مناسب نہیں۔ کیونکہ نامذہبی جمہوریت کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس حکومت کے زیر سایہ رہنے والی ہر قوم اور ہر مذہب کے پیرو خواہ وہ اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں اپنے اپنے مذہب کے مطابق آزادانہ زندگی گذار سکیں۔ پس جب عیسائیوں۔ پارسیوں اور مسلمانوں کے لئے گائے کا گوشت کھانا جائز اور حلال ہے تو ان پر اس کے متعلق مذہبی رنگ میں پابندی لگانا مناسب نہیں۔ اور ایسا کرنا اسی طرح قابل اعتراض ہے جس طرح اگر ہندوستان کے مسلمان یہ مطالبہ کریں کہ بت پرستی مسلمانوں کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اور عیب ہے۔ پس حکومت کسی ہندو کو مندروں میں بت رکھنے اور ان کی پوجا کرنے کی اجازت نہ دے۔ کیونکہ اس سے ان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگتی ہے۔

اس مسئلہ کا اقتصادی پہلو بھی نمایاں ہے اور اس پر اہل الرائے اصحاب بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا پلاننگ کمشن نے بھی اس معاملہ پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ علاوہ اور باتوں کے جو جانور بانجھ۔ بوڑھے۔ کمزور یا بیکار ہو چکے ہیں۔ ان کا ختم کرنا اور ان کے چمڑے اور دوسری چیزوں کو حاصل کرنا یقیناً اقتصادی لحاظ سے فائدہ بخش اور کار آمد ہے۔ اور اس میں کسی ماہر فن کو بھی انکار نہیں۔

باقی گاؤ کشی کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ چونکہ اس سے ہندو قوم کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگتی ہے۔ اور ان میں اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں ملک کی فرقہ وارانہ فضا خراب ہوتی ہے اور اس میں فتنہ و فساد کی ایک نہ بجھنے والی آگ مشتعل ہوتی ہے۔ اور مسلمان بوجہ قلت تعداد اور کمزوری کے اس بھسم کر دینے والی آگ سے باوجود حکومت کی حفاظتی تدابیر کے بچ نہیں سکتے۔ اس لئے ملکی مفاد کا تقاضہ ہے کہ گائے کشی ممنوع قرار دی جائے۔ بے شک یہ پہلو قابل توجہ ہے۔ کیونکہ ملک میں اتحاد و اتفاق اور امن و امان پیدا کرنے کے لئے جو مناسب تدابیر اختیار کی جائیں وہ ملک کے ہر بہی خواہ کے نزدیک قابل تعریف ہیں۔ اور وہ اس کی کبھی بھی مخالفت نہیں کر سکتا۔

لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگر کسی نتیجہ کے ظاہر کرنے میں بہت سے عوامل اور اسباب کام میں لگے ہوئے ہوں تو جب تک ان سب وجوہات اور اسباب کو دور نہ کیا جائے۔ وہ نتیجہ ظاہر ہونے سے کلی طور پر رک نہیں سکتا۔ اس وقت ہندوستان کی فرقہ وارانہ فضاء کو مکدر کرنے کے بہت سے بواعث ہیں۔ جن میں سے تین بہت نمایاں اور واضح ہیں (۱) مسلمانوں کے بزرگوں اور انبیاء بالخصوص حضرت بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا ارتکاب کرنا ہے جو اکثر ہندو قوم کے متعصبین سے سرزد ہوتا رہتا ہے۔ اور ماضی قریب میں امرت پتریکا الہ آباد۔ فلم انڈیا بمبئی۔ وشو اتہاس کا ریکھا۔ ڈرم جان وغیرہ میں جو بد زبانی حضرت نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف کی گئی ہے۔ وہ اس امر کی تازہ مثالیں ہیں اور اس وجہ سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات جس حد تک مجروح ہوئے۔ اور ملکی فضاء میں جو تکدر پیدا ہوا وہ بھی کسی باخبر شخص پر پوشیدہ نہیں۔

(۲) پرانے مسلمان بادشاہوں کے مفروضہ یا حقیقی واقعات ظلم کو بار بار دہرانا اور اس سے مسلمانوں کے خلاف نفرت اور دشمنی کے جذبات ہندو قوم میں ابھارنا۔

(۳) گاؤ کشی۔

حضرت بانی سلسلۂ عالیہ احمدیہ علیہ السلام جن کو اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے تمام اقوام کا موعود اور صلح کا شہزادہ بنا کر بھیجا نے اپنی آخری تصنیف "پیغام صلح" میں جو آپ نے اپنی وفات سے ایک دو دن پہلے تحریر فرمائی۔ ملک میں اتحاد اور امن وامان کی فضا قائم کرنے کے لئے ۱۹۰۸ء میں یہ تحریک پیش کی تھی۔ کہ چونکہ ملک کی دو بڑی قوموں یعنی ہندو اور مسلمان میں کشیدگی اور نفرت کے دو بڑے باعث گائے کشی اور اسلام کے بانی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ اس نے ایک معاہدہ کے ذریعہ سے فرقہ وارانہ فسادات کے ان دونوں اسباب کو روکنے کے لئے قدم اٹھایا جائے۔ چنانچہ آپ نے یہ تجویز فرمائی۔ کہ اگر ہندو قوم کے مسلمہ لیڈر اس بات کا اقرار کریں کہ وہ اور ان کی قوم آئندہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف گالی گلوچ اور نازیبا الفاظ استعمال نہ کریں گے۔ اور آپ کو سچا اور راستباز یقین کریں گے تو آپ اور آپ کی جماعت یہ عہد کرتی ہے۔ کہ آپ گاؤ کشی سے بکلی کنارہ کش ہو جائیں گے اور اگر اس معاہدہ کے بعد کسی فریق سے اس پر عمل کرنے میں کوتاہی ہو۔ تو وہ مقررہ تاوان دوسرے فریق کو ادا کرے۔

افسوس ہے کہ دنیا کے اس محسن اور انسانیت کے ہمدرد و غمخوار کی اس تجویز کو اس زمانہ میں ہندوؤں نے قبول نہ کیا۔ اور ملک کی فضاء کو بد سے بدتر ہوتے کے لئے چھوڑ دیا۔ اب اکثریت کے زور سے یکطرفہ فیصلہ کرانے کے لئے تحریکیں اٹھائی جا رہی ہیں۔ حالانکہ اگر راشٹریہ سیوم سیوک سنگھ اور ہندو مہا سبھا فی الحقیقت ملک کی خیر خواہ اور اس میں امن و صلح کو ترقی دینے کی خواہشمند ہیں۔ تو ان کو چاہیئے کہ وہ فتنہ و فساد کے سب اسباب کو مدنظر رکھیں۔ اگر وہ مسلمانوں۔ پارسیوں اور عیسائیوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ایک حلال۔ جائز اور مفید چیز کو محض ان کے جذبات کے احترام کی خاطر ترک کر دیں۔ اور گائے کے احترام اور تقدس میں ان کے ہمنوا بنیں۔ تو وہ اس بات کیلئے کیوں تیار نہیں ہوتے۔ کہ حضرت بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے دوسرے بزرگوں اور قابل احترام ہستیوں کا دلی احترام اور عزت کریں۔ اور ان کو گالیاں اور بد زبانی سے یاد نہ کریں۔ جب مسلمان ان کے جذبات کے احترام کی خاطر ایک مفید اور حلال چیز چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔ تو ہندو ایک مکروہ اور تہذیب و شرافت سے گری ہوئی چیز مسلمانوں کے جذبات کے احترام کیلئے چھوڑنے کیلئے کیوں تیار نہیں ہوتے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ راشٹریہ سیوم سنگ کے صدر مسٹر گول والکر اور ہندو مہا سبھا کے صدر ڈاکٹر کھرے اس اہم تجویز پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے۔ اور جہاں وہ گائے کشی کے خلاف تحریک اٹھا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے بزرگوں اور انبیاء کی عزت و احترام کے قیام کیلئے بھی تحریک اٹھائیں گے۔ تاکہ ان کی تحریک محض فرقہ داری کے داغ سے سیاہ نظر نہ آئے۔ بلکہ اس میں فتنہ و فساد کو روکنے اور ملک میں امن و امان کے قیام کا مقصد مدنظر ہو۔ اگر وہ گائے کشی کی تحریک کیساتھ حضرت بانی اسلام صلعم اور دوسرے بزرگوں کی عزت و احترام کے قیام کیلئے تحریک نہیں اٹھاتے تو باخبر حلقوں میں یقیناً یہ سمجھا جائیگا۔ کہ ان کی تحریک ملکی فضاء کو درست کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ اس فضاء کو مکدر کرنے اور سلگتی ہوئی چنگاری کو مشتعل کرنے کیلئے ایک سٹنٹ ہے۔ جس سے وہ کانگرسی حکومت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔

ذیل میں ہم غیر مسلم معاصر "ریاست" دہلی کی بعض اشاعتوں سے چند اقتباسات درج کرتے ہیں جن سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ ان کی جملہ تفاصیل سے ہم متفق ہوں۔

گائے کشی کو روکنے کے لئے "مرن برت"

مہاتما گاندھی نے دنیا کو ستیہ آگرہ۔ برت عدم تعاون اور عدم تشدد کی راہیں حق و صداقت کیلئے دکھائیں۔ مگر پبلک ان تمام کو کیونکر ناجائز طریقوں سے استعمال کر رہی ہے۔ اس کا اندازہ بہار کے پنڈت رام چندر کی فاقہ کشی سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو آپ نے دو ماہ کے عرصہ سے جاری کر رکھی ہے۔ اور جس کا مقصد یہ ہے۔ کہ ہندوستان میں گائے کشی قطعی طور پر بند کر دی جائے۔

اگر ہندوستان کی گورنمنٹ بھی پاکستان کی اسلامی گورنمنٹ کی طرح ہندوستان میں ہندو راجیہ کا اعلان کر دے تو چونکہ ہندو گائے کی پوجا کرتے ہیں اس گورنمنٹ کو حق ہوگا کہ وہ ہندوستان میں نہ صرف گائے کشی بند کرے بلکہ ہر شخص کے لئے گائے کی پوجا بھی لازمی قرار دے۔ اور جو لوگ ایسا کرنے کیلئے تیار نہ ہوں ان کو ہندوستان چھوڑ دینے کے لئے کہا جائے مگر جس صورت میں کہ ہندوستان میں ہندو راجیہ یا ہندوؤں کی مذہبی حکومت نہیں یہ تمام مذاہب کی مشترکہ سیکولر گورنمنٹ ہے۔ یہ کیونکر ممکن یا مناسب ہے کہ عیسائیوں۔ مسلمانوں اور پارسیوں وغیرہ سے گائے کا گوشت نہ کھانے کے لئے کہا جائے۔ جن کے مذہب میں گائے کا گوشت کھانا جائز و حلال ہے۔

گاؤ کشی یا بھینس کشی کا مسئلہ اقتصادی لحاظ سے بھی معقولیت پسند حلقوں میں غور کرنے کے قابل ہے کیونکہ موجودہ زمانہ میں دنیا کا کوئی کاروبار نہیں چل سکتا۔ اگر چمڑا بالکل مفقود ہو جائے اور اگر ہندوستان کو چمڑے کی ضرورت ہے (باقی صفحہ پر ملاحظہ ہو)

ذبیحہ چمڑے کے لئے جانوروں کو کاٹنے کی بھی ضرورت ہوگی۔ ہاں اس خیال سے کہ چونکہ ملک میں دودھ دینے والے جانور کم ہیں۔ اگر پانچ یا دس سال کے لئے دودھ دینے والے تمام جانوروں کا ذبح کرنا عارضی طور پر بند کر دیا جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مگر یہ مخالفت مذہبی بنیادوں پر نہ ہونی چاہیئے۔ ہم گورنمنٹ ہند کی تعریف کرتے ہیں کہ یہ پنڈت۔ رام چندر کی لچر اور بے معنی فاقہ کشی سے متاثر نہ ہوئی۔ اور اگر پنڈت جی انتقال فرما یا رجیسا کہ ایک بار اخبارات میں ان کی موت کی اطلاع شائع ہو چکی ہے) تو اس کی ذمہ داری خود ان کی اپنی حماقت پر ہو گی (ریاست ۲۴ر اگست ۱۹۵۲ء)

بقرعید کے موقع پر مسلمان احتیاط کریں

چندروز کے بعد بقرعید ہو گی اخبار "امرت پترکا" الٰہ آباد کی حماقت سے بعض شہروں میں متبدد مسلم فضا پر مکدر ہو چکی ہے۔ چنانچہ بہار اسمبلی کے اپوزیشن لیڈر سردار لطیف الرحمٰن نے اپنے ایک بیان میں لکھا ہے کہ "گائے کشی" کو بند کرنے کے لئے ملک میں فوری طور پر قانون کی ضرورت ہے تاکہ منافرت اور تلخی کی بنیاد ختم ہو جائے۔ اور جس قدر جلدی یہ قانون بن جائے یہ اسی قدر ہی سب کے لئے اچھا ہو گا۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ آنے والی بقرعید کے موقع پر ہندوؤں سے تعاون کر کے کامل امن وسکون کا ثبوت دیں۔

ہم اس کے حق میں تو نہیں ہیں کہ گائے کشی پر قانوناً مستقل طور پر پابندی ہی عائد کی جائے کیونکہ چمڑا ملک کی انڈسٹری میں بہت بڑا پارٹ ادا کرتا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ناکارہ۔ بانجھ اور عمر رسیدہ گائے کا چمڑا ملک کی ضروریات کے لئے حاصل نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ یہاں کی گورنمنٹ کو یہ بھی حق حاصل نہیں کہ وہ مسلمانوں اور عیسائیوں وغیرہ جن کے مذہب میں گائے کا گوشت کھانا جائز ہے پر پابندیاں عائد کرے۔ مگر اس صورت میں کہ مسلمان ٹھنڈے دل کے ساتھ حق و صداقت کی دوستانہ رائے سننے اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں تو ہم ان سے کہہ سکتے ہیں کہ ملک کی تقسیم کے بعد اب وہ ہندوستان میں ایک غلام قوم کی حیثیت سے ہیں۔ ان کا پینتیس کروڑ میں سے صرف چار کروڑ ہوتے ہوئے ہندوؤں کے جذبات کی پروا نہ کرنا ان کے لئے کسی وقت بھی خطرہ کا باعث ہو سکتا ہے۔ اور وہ خطرہ یقیناً ایسا ہی خطرہ ہو گا۔ جیسا کہ ۱۹۴۷ء میں تھا۔ چاہے اس کے جواب میں مشرقی پاکستان اور سندھ کے بچے کھچے ہندوؤں کی زندگیاں ختم کر دی جائیں چنانچہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے آرام و اطمینان کی صورت صرف یہ ہے کہ وہ ہندوؤں کے احساس کی پروا کریں اور کوئی ایسی بات نہ ہو جو ہندوؤں کو ناگوار ہو۔ اور اگر ہندوستان کے مسلمان اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تو ان کے لئے دوسرا راستہ صرف پاکستان کا راستہ ہے۔ یعنی وہ پاکستان چلے جائیں۔ پاکستان کے ہندوؤں کے لئے بھی ہماری رائے یہی ہے کہ اگر وہ پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں۔ تو ان کو نہ صرف پاکستان گورنمنٹ کا اخلاص اور ایمانداری کے ساتھ وفاشعار ہو کر رہنا چاہیئے۔ بلکہ ان کا فرض ہے کہ وہ چونکہ وہاں غلام ہیں۔ پاکستان کے مسلمانوں کے احساس کی پورے طور پر پروا کریں۔ چاہے ان کو عید بقر کے موقع پر نماز کی جماعتوں میں بھی کیوں نہ شامل ہونا پڑے اور اگر وہ یہ نہیں کر سکتے۔ تو ان کو چاہیئے کہ ہندوستان چلے آئیں۔

(ریاست مورخہ ۱۸ر اگست ۱۹۵۲ء)

"گائے کشی کیخلاف ہندوؤں میں نئی تحریک"

راشٹریہ سیوم سنگ کے لیڈر مسٹر گولی واکر نے حیدر آباد کے اخبارات کے نمائندوں کو ایک بیان دیتے ہوئے انکشاف کیا ہے کہ آپ ۲۶ر اکتوبر کو ملک کے اندر گائے کشی کے خلاف ایک عالمگیر تحریک جاری کرنے والے ہیں تاکہ ہندوستان کے تمام صوبجات میں گائے کا کاٹنا ممنوع قرار دیا جائے۔ اس کے علاوہ ہندو مہا سبھا کے صدر ڈاکٹر کھرے پارلیمنٹ کے آئندہ اجلاس میں ایک ریزولیوشن پیش کر رہے ہیں۔ جس میں مطالبہ کیا جائے گا کہ ہندوستان کے تمام صوبجات میں ہر گائے کا کاٹنا اس کی عمر چاہے کتنی بھی ہو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

اگر یہاں کی گورنمنٹ بھی پاکستان گورنمنٹ کی طرح ہندوستان میں سیکولر گورنمنٹ کی جگہ ہندو گورنمنٹ ہونے کا اقرار کر لے تو بلا شبہ ہندوستان کو حق حاصل ہے کہ وہ نہ تو کسی غیر ہندو کو ہندوستان میں رہنے دے اور گائے کے کاٹنے پر بھی سخت ترین پابندیاں عائد کر دے۔ چاہے گائے کے کاٹنے کے جرم کی سزا پھانسی ہی کیوں نہ ہو۔ مگر جس صورت میں ہندوستان میں سیکولر گورنمنٹ ہے۔ یہاں تین چار کروڑ مسلمان اور چالیس پچاس لاکھ کے قریب عیسائی موجود ہیں اور یہ دونوں اقوام گائے کا گوشت کھانا مذہباً جائز سمجھتی ہیں۔ تو ہندوستان کی موجودہ سیکولر گورنمنٹ کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ تین کروڑ آبادی کو کسی شے کے کھانے سے باز رکھے۔ جب کہ ان کے مذہب میں اس شے کا کھانا حلال ہو۔

گائے کشی کے متعلق ہماری رائے یہ ہے کہ ہندوستان میں گائے بھینس وغیرہ کا کاٹنا پانچ سات یا دس برس کے لئے قطعی ممنوع قرار دیا جائے۔ اور وہ صرف اس لئے تاکہ ہندوستان میں دودھ۔ مکھن اور گھی افراط کے ساتھ پیدا ہو اور جب ہندوستان میں دودھ۔ مکھن اور گھی افراط کے ساتھ پیدا ہو اور یہاں کا ہر شخص اسے ارزاں ترین نرخوں پر خرید سکے تو اس پابندی کو اٹھا لیا جائے اور اس کے بعد بھی صرف ان جانوروں کے کاٹنے کی اجازت ہو جو ناکارہ۔ عمر رسیدہ اور بانجھ ہوں کیونکہ ہندوستان کی انڈسٹری کے لئے ملک کو چمڑے کی ضرورت ہے۔ اور بغیر جانوروں کے کاٹے یہ را ملک انڈسٹری اور چالیس کروڑ انسانوں کی ضرورت کے لئے چمڑا حاصل نہیں کر سکتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہندو لیڈر ہماری اس تجویز پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں اور مذہبی جذبات سے مغلوب ہو کر کوئی غلط قدم نہ اٹھائیں

(ریاست مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۲ء)

دودھ اور گائے کا مسئلہ

شمار و اعداد کے مطابق دودھ کی پیداوار کی اوسط سب سے زیادہ مشرقی پنجاب میں فی شخص نصف سیر اور آسام میں سب سے کم فی شخص نصف چھٹانک ہے۔ یعنی مشرقی پنجاب کے جس علاقہ کی آبادی ایک لاکھ ہو وہاں پچاس ہزار سیر یعنی بارہ سو من دودھ روزانہ پیدا ہوتا ہے۔ اور آسام کے جس علاقہ کی آبادی ایک لاکھ ہو وہاں صرف اسی من دودھ روزانہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس مقدار میں لوگوں کا دودھ پینا۔ دودھ میں سے مکھن نکالنا۔ گھی تیار کرنا پنیر حاصل کرنا اور ان تمام اشیاء کو دوسرے صوبجات کو بھی بھیجنا شامل ہے۔

آج سے پچاس برس پہلے پنجاب کے دیہات میں کوئی ہی بدنصیب گھر ایسا تھا جہاں کہ گائے یا بھینس وغیرہ دودھ دینے والا جانور نہ ہو اور بعض گھرانوں میں تو پانچ پانچ سات سات جانور بھی ہوتے اور دیہات کا ہر شخص افراط کے ساتھ دودھ پیتا اور گھی کھاتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ پنجاب کے لوگوں کی عمر زیادہ ہوتی تھی اور جب تک یہ زندہ رہتے تھے۔ پوری صحت کے ساتھ بڑھاپے میں بھی آجکل کے نوجوانوں سے زیادہ کام کرتے۔ مگر پچھلے پچاس برس میں حالات بدل گئے کہ شہروں کے ایک فی صدی گھروں میں بھی خالص استعمال نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگ تو بناسپتی یعنی ڈالڈا وغیرہ کو بھی ترستے ہیں۔ ہندوستان میں دودھ اور گھی کی کمی کیوں ہوئی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پچھلی ایک صدی تک ہندوستان کی گائے انگریزوں کی فوج کے لئے کاٹی جاتی رہی۔ اور اب بھی اعداد شمار کے مطابق ہر سال تقریباً ساٹھ ہزار گائیں مشرقی پنجاب سے دوسرے صوبجات کو ذبح کرنے کے لئے بھیجی جاتی ہیں۔ اور ان کی زیادہ کھپت کلکتہ اور بمبئی میں ہے۔ جہاں کہ تباد‌لۂ آبادی کے بعد انگریز کافی تعداد میں موجود ہیں اور گائے کا گوشت استعمال کرتے ہیں۔

ہندوستان میں چونکہ سیکولر گورنمنٹ ہے۔ اس لئے گائے پر مستقل پابندی عائد کرنا یقیناً مذہب میں مداخلت ہے۔ اور ہمیں حق حاصل نہیں کہ ہم گائے کا گوشت نہ کھانے کی پابندی مسلمانوں اور عیسائیوں پر عائد کریں۔ مگر دودھ اور گھی کی کمی کے خیال سے ضرورت ہے کہ پانچ سات یا دس برس کے لئے تمام ہندوستان میں گائے اور بھینس کے کاٹنے کی قانوناً ممانعت کر دی جائے۔ تاکہ ہندوستان میں دودھ اور گھی افراط کے ساتھ مل سکے۔ اور لوگوں کی صحت پر خوشگوار اثر ہو۔

(ریاست ۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۲ء)

ضرورت

۱۔ نظارت ہذا کو مدرسۃ البنات کیلئے ایک استانی کی ضرورت ہے جو کم از کم میٹرک پاس ہو یا اتنی قابلیت رکھتی ہو۔ خواہشمند بہنیں اپنی درخواست مقامی پریذیڈنٹ کی سفارش سے نظارت ہذا میں بھجوا دیں۔ اسی سلسلہ میں مزید خط وکتابت بھی کی جا سکتی ہے۔

۲۔ نظارت ہذا کو مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے ٹرینڈ اساتذہ کی ضرورت ہے۔ خواہشمند احباب اپنی درخواستیں مع نقول سرٹیفکیٹ مقامی امیر یا پریذیڈنٹ کی سفارش سے نظارت ہذا میں بھجوا دیں۔ (ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

ضروری اعلان

صدر انجمن احمدیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جلسہ سالانہ پر قادیان میں آنیوالے صائب الرائے احباب مختلف نظارتوں اور صیغہ جات کے کاموں کے متعلق اپنی اپنی جماعتوں سے مشورہ کر کے آئیں تاکہ وہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مختلف اجلاسوں میں جو نظارتیں اپنی ضرورت کے مطابق مشورہ کیلئے منعقد کریں گی اپنی اپنی جماعت کی طرف سے رائے دے سکیں۔ اور ان مفید مشوروں سے مرکزی ادارے فائدہ اٹھا سکیں (ناظر اعلیٰ قادیان)

افکار و آراء

حیدرآباد میں پولیس ایکشن

منقول از ہفت روزہ "آزاد نوجوان" مدراس

پنڈت نہرو نے عثمان آباد اور بیدر کے اضلاع کے مواضعات کے دورہ میں ان بیواؤں اور ہجوم در ہجوم کو دیکھا جنہیں ان کی نگاہوں سے او جھل رکھتے ہیں۔ حیدرآباد کے ارباب بست و کشاد نے کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا۔ ان مسلمان اور بے سہارا مظلوم عورتوں اور بچوں نے وزیر اعظم کے گلے میں ہار ڈالے اور رو رو کر اپنی تباہی کی داستان انہیں سنائی۔

پنڈت نہرو حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے سننے کے بعد غصہ سے بھر گئے۔ اور اپنی تقریر میں ان خیالات کا اظہار کیا کہ:-

"ہم نے فوج حیدرآباد کو فتح کرنے کے لئے نہیں بلکہ امن و امان قائم کرنے کے لئے بھیجی تھی۔ حیدرآباد کے اضلاع میں لوٹ غارت گری اور غنڈہ گردی کی وجہ سے میری گردن شرم سے جھکی جا رہی ہے۔ ہم دنیا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ اب ان مظالم کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ سختی سے اس کا سد باب کیا جائے گا میں حیدرآباد میں پھولوں کا ہار پہننے نہیں آیا ہوں۔ عثمان آباد اور اس کے مواضعات میں بیوگان اور یتیموں کو دیکھنے کے بعد یہ پھولوں کے ہار کانگریسیوں کے منہ پر پھینک دینا چاہتا ہوں۔"

(نئی دنیا دہلی)

یہ تھا حیدرآباد میں پولیس ایکشن جس کے خدو خال پنڈت نہرو نے بیان کئے۔ اور جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی مظلومیت کی ناقابل فراموش داستان مرتب ہوئی۔ پنڈت نہرو نے ایک تقریر میں کہا کہ مسلمان پولیس ایکشن کی تلخیوں کو بھلا دیں۔ لیکن وہ کیسے بھلا سکتے ہیں۔ جب کہ وہاں کی حکومت مسلم کش عناصر کو مزید آگے بڑھنے سے روک نہیں رہی ہے اور وہ مسلمانوں کو تباہ کرنے اور ستانے کے لئے آزاد ہیں۔ لوٹ غارت گری اور غنڈہ گردی سے شرمندہ تو درحقیقت حیدرآباد کی حکومت اور کانگریس کو ہونا چاہیئے۔ جن کی حکمت عملی اور فرض نا شناسی کے ہاتھوں وہاں کے مسلمانوں پر امن و عافیت کے دروازے تنگ ہیں۔ پنڈت نہرو اگر حیدرآباد کے مسلمانوں کو امن اور چین کی زندگی سے ہمکنار دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ تو انہیں پوری قوت وہاں کی حکومت اور کانگریس کو اپنے فرائض پورے کرنے پر مجبور کرنے کے لئے صرف کرنی پڑے گی۔

(ہماری آواز)

---

۴ ایک تجویز کے ذریعہ وقف بل اور قاضی بل کی مخالفت کی گئی۔ ایک دوسری تجویز کے ذریعہ ان مساجد کو مسلمانوں کو واپس دیدینے کا حکومت سے مطالبہ کیا گیا جن پر غیر مسلموں کا قبضہ ہے۔ ایک اور تجویز کے ذریعہ روپ ریکھا۔ امرت پتریکا۔ وسواتھا اس اور فلم انڈیا کی دریدہ دہنی کی مذمت کی گئی اور ان کے خلاف اقدام کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ نیز امرت پتریکا کے خلاف احتجاج کرنے والے مسلمانوں کو جنہیں گرفتار کر لیا گیا ہے رہا کر دینے کا مطالبہ کیا۔

اعلان برائے جماعتہائے احمدیہ صوبہ یو۔ پی

صدر انجمن احمدیہ نے جو مرکزی وفد برائے دورہ شمالی ہند کے دورہ کیلئے بھیجا ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ ماہ اکتوبر ۱۹۵۲ء کے آخری ہفتہ تک علاقہ صوبہ بہار کا دورہ ختم کر کے صوبہ یو۔ پی کی جماعتوں کا معائنہ اور دورہ شروع کریگا۔ جملہ عہدہ داران جماعتہائے احمدیہ یو۔ پی تیار رہیں اور وفد کے ساتھ سو فیصدی تعاون کر کے عند اللہ ماجور ہوں (ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان)

"تکفیر بازی"

آجکل پاکستان میں احمدیہ جماعت کے خلاف احراری فتاویٰ تکفیر صادر کر رہے ہیں اور دوسروں سے کروا رہے ہیں۔ اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے کر علیحدہ اقلیت بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ افسوس ہے کہ اسلام کے ان نادان دوستوں بلکہ دشمنوں نے یہ کبھی بھی نہیں سوچا کہ اس تکفیر بازی سے آج تک مسلمانوں کے اتحاد و سالمیت کو کس قدر نقصان پہنچ چکا ہے۔ اور یہ نا واجب کھیل آئندہ مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیرنے میں کس حد تک نمایاں حصہ لے گا۔

احراری شاید اس بات پر خوش ہوں کہ انہوں نے "تحفظ ختم نبوت" کا سٹنٹ قائم کر کے احمدیہ جماعت کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے ایک مؤثر حربہ اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ علماء سو کی طرف سے چلائی ہوئی تکفیر بازی کی یہ آری ہر اسلامی فرقے کے ایمان اور اسلام کو کاٹ رہی ہے۔

ذیل میں روزنامہ "پاسبان" بنگلور میں بمبئی کے ایک اسی قسم کے جلسہ کی روئداد ملاحظہ فرمائیں اور احراری دوں اور ان کے ہمنواؤں پر افسوس صد افسوس کریں۔ (ایڈیٹر)

"جمعیۃ العلماء والے کافر ہیں اور جو انکو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہیں"

بمبئی کے جلسہ میں کافر گری اور کفر سازی

۱۰ اکتوبر بریلوی علماء دیوبندی عقائد کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ ان کے جلسوں میں افتراق اور فتنہ اور فساد کی باتیں عام طور پر ہوتے رہنے کی اطلاعات گشت کرتی رہتی ہیں۔ مگر لوگ اسے پروپیگنڈا سمجھتے تھے۔ ذیل میں ہم بریلویوں کے ایک جلسہ کی "مستند" رپورٹ شائع کرتے ہیں۔ جس پر حاجی ابوبکر حاجی احمد رئیس القادری رضوی ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن تبلیغ صداقت ہند رحمت منزل بھاجی محلہ بمبئی ۳ کے دستخط ہیں۔

بمبئی کے نل بازار میں گذشتہ ہفتہ بریلوی علماء کا ایک جلسہ منعقد ہوا تھا۔ جلسہ کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد حضرت صدر محترم مولانا ابوالمحامد سید محمد صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا کہ قاضی بل اور وقف بل مسلمانوں کے لئے موت کے مترادف ہے اور ان بلوں کا مقصد یہ ہے کہ دیوبندیوں اور وہابیوں کو اوقاف مسلمین اور شرعی فیصلوں پر مسلط کر دیا جائے۔ جمعیۃ العلماء دیوبندیوں کی جماعت ہے۔ اس وجہ سے مسلمانان ہند عموماً اس کا بائیکاٹ کر چکے ہیں۔ اس نے دین و ایمان کھو کر اور مسلمانوں کی طرف سے مایوس ہو کر حکومت میں داخل ہونا چاہا تو حکومت نے بھی دھکا دے کر نکال دیا۔ اب ان مسلمانوں کی دھتکاری اور حکومت کی پھٹکاری جمعیت نے دیکھا کہ اب تو ہم کہیں کے نہ رہے۔ لہٰذا اس نے اوقاف مسلمین پر غاصبانہ قبضہ جمانے کا منصوبہ باندھا۔

دوران تقریر میں آپ نے ثابت کیا کہ قاضی بل اور وقف بل کا نفاذ مداخلت فی الدین ہے اور جمعیت العلماء مسلمانان ہند کی نمائندہ نہیں وہ درحقیقت دیوبندیوں اور وہابیوں کی چھوٹی سی ٹولی اور ٹولی کی نمائندہ ہے۔

پھر مولانا عبدالحفیظ صاحب مفتی آگرہ نے تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ جمعیتہ العلماء شرعی طور پر کافروں کی جماعت ہے۔ اور علمائے عرب و عجم نے فرمایا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور جو شخص ان کفریات پر اطلاع پانے کے بعد ان کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔

اس کے بعد جناب مولانا قاضی احسان الحق صاحب نے تقریر کی۔ آپ نے دوران تقریر میں فرمایا کہ جس وقت نجدیوں نے مزارات مقدسہ اور مقامات متبرک کو مسمار کیا تھا اور ہندوستان کے مسلمانوں میں عام اضطراب اور بے چینی اور ان کی طرف سے نفرت پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت اس جمعیتہ العلماء کے لوگوں نے نجدیوں کی تائید کی تھی۔ اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ ہند میں بھی مزارات مقدسہ کو توڑنے کا قانون نافذ کیا جائے۔ لہٰذا مسلمان ہوشیار ہو جائیں اور ان بلوں کو ہرگز پاس نہ ہونے دیں۔ اور حکومت پر واضح کر دیں کہ جمعیتہ العلماء مسلمانوں کی نمائندہ نہیں۔

اس کے بعد جلسہ میں آٹھ تجویزیں پیش ہوئیں جو بالاتفاق منظور ہوئیں۔ م

رامائن میں تعجب خیز واقعات

از مکرم مولوی خورشید احمد صاحب متعلم جامعۃ المبشرین قادیان

رامائن ہندوؤں کی مذہبی کتاب ہے۔ جسے ہندو قوم بہت عزت کا مقام دیتی ہے۔ اس کتاب میں شری رام چندر جی مہاراج کے حالات زندگی لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب ہندوؤں میں کثرت سے پڑھی اور سنی جاتی ہے۔ ویدوں کے بعد اس کا تیسرا درجہ ہے۔ اگرچہ رامائن الہامی کتاب نہیں تاہم ہندوؤں کو اس سے دلی عقیدت اور انس ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ہر ایسی کتاب عزت و احترام کے لائق ہے۔ جس میں کسی نبی یا اوتار کے پاکیزہ حالات زندگی اندراج پاکر قوموں کی اصلاح اور کامیابی و کامرانی کا موجب بنتے ہیں کیونکہ نبی اللہ تعالیٰ کے دیدار کرانے کا آئینہ ہوتا ہے۔ اور نبی کی تعلیم اس کی کتاب میں منعکس ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ایسی دھارمک پستکیں (مذہبی کتب) یقیناً قابل احترام ہیں۔

لیکن بعض مذاہب کے پیرو بسا اوقات اپنے مذہب، اپنے نبی اور کتاب وغیرہ کے ذکر میں اس قدر مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ کہ بجائے اس کے کہ ایسی مبالغہ آمیز باتوں کے ذریعہ اس مذہب یا اس کے پیشوا کے متعلق حسن عقیدت پیدا ہو۔ سنجیدہ اور سمجھدار طبقہ اس سے بدظن اور متنفر ہو جاتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں مذہبی نظریات کو عقلی نظریات کے موافق پاکر ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ ہر وہ بات جسے سائینس اور انسانی عقل تسلیم نہ کرے اسے ماننے کے لئے آج دنیا تیار نہیں عمومی رنگ میں تو ہر مذہب کے بعض زود اعتقاد لوگوں نے اپنے نبیوں یا اوتاروں کے واقعات و معجزات وغیرہ کو کم و بیش مبالغہ کا رنگ دے رکھا ہے۔ لیکن بعضوں نے مبالغہ آمیزی پر اس قدر زور دیا ہے کہ وہ واقعہ یا نبی کا وجود ہی ایک افسانہ نظر آتا ہے۔ کہ آیا اوتار بھی ہوئے ہیں یا یہ سب کچھ افسانہ ہی افسانہ ہے؟

مذہبی کتب میں ایسے مبالغہ آمیز قصے نہ صرف اس مذہب کے نقصان کا موجب بنتے ہیں۔ بلکہ سمجھدار لوگوں کی عقیدت و خلوص مذہب سے اٹھ جاتا ہے۔ مذہبی پیشوا جو اللہ تعالیٰ کے وجود کو اس کی قدرت سے دکھانے کا ذریعہ سمجھے جاتے ہیں۔ لوگوں کے ناستک بننے کا موجب بنتے ہیں۔ یقیناً انتہائی مبالغہ آمیزی کا سبب بجائے مذہب کی تائید کرنے کے مذہب سے لوگوں کی توجہ کو ہٹانے کا موجب بن جاتے ہیں۔ مذہب ہی ایک ایسا ذریعہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کا تعلق انسانی قلوب میں پیدا کرتا ہے۔ اس کے جاہ و جلال کی عظمت۔ اس کی حکومت دلوں پر بٹھانے کی مفید اور آسان راہ صرف مذہب ہے۔ اگر مذہبی لیڈر ہی مذہب سے لوگوں کو نفرت دلانے کا باعث بن جائیں۔ تو وہ خدا کے تصور کو دلوں میں پیدا کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے تصور کو دلوں سے نکالنے والے ہوں گے۔ یہ اصولی بات ہے۔ کہ حد درجہ کی مبالغہ آمیزی اصل وجود کو ہی مشکوک کر دیتی ہے مثلاً رامائن میں لکھا ہے۔ کہ:-

"راجہ دسرتھ نے اپنے بڑھاپے کے مدنظر شری رام چندر جی کو راج تلک بنانا چاہا تو سرداروں کو کہا کہ

رام سب سے سریشٹھ (اچھا) ہے۔ اب میں دیدھ و (بوڑھا) ہو گیا ہوں عمر ہماری ساٹھ ہزار سال سے زیادہ ہو چکی ہے۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹے جی راج رام کو دے دوں"۔ (اجودھیا کانڈ سرگ ۲ ص ۲)

پھر اجودھیا کانڈ سرگ ۳ ص ۳ پر بھی شری رام چندر جی کے راج تلک کے ضمن میں ہی لکھا ہے کہ:-

"ہم کو راج کرتے ساٹھ ہزار برس ہو گئے ہیں"۔

اس وقت شری رام چندر جی کی عمر صرف سولہ سال کی تھی۔ باپ کی عمر کے لحاظ سے شری رام چندر جی کی عمر اپنے پتا راجہ دسرتھ کی عمر کے لگ بھگ ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ

"ماں پر دھی پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا"۔

کی مثل مشہور ہے۔ اگر یہ بات فرض بھی کر لی جائے کہ گزشتہ زمانوں میں عمر کا معیار موجودہ زمانہ سے زیادہ تھا۔ پھر بھی تدریجی تنزل کے لحاظ سے پتا کی عمر سے بیٹے کی عمر کچھ کم ہو کر شری رام چندر جی دنیا میں زندہ موجود ہونے چاہیئے تھے۔ ورنہ شری لو۔ اور شری کش تو ضرور ہی زندہ ہونے چاہیئے تھے۔ کیونکہ شری رام چندر جی کا زمانہ آج سے ساڑھے تین ہزار سال یا پانچ ہزار سال پہلے کا بتایا جاتا ہے۔ اگر شری رام چندر جی کی عمر اپنے پتا سے ایک ہزار سال کم لگائی جائے تو آج نہ صرف یہ کہ شری رام چندر جی پانچ ہزار سال کے جوان ہی ہوتے بلکہ تمام حالات میں اب سے پچھتر ہزار سالی تک اور دنیا میں زندہ رہتے اب دانا انسان خود ہی سوچ سکتا ہے۔ کہ ساٹھ ہزار برس راجہ دسرتھ کی عمر کو عقل انسانی کیونکر تسلیم کر سکتی ہے۔ آثار قدیمہ کے ماہرین نے بھی زمانہ قدیم کی ہڈیوں کا امتحان کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ انسانی عمر اس قدر طویل نہ کبھی ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔ خود رامائن میں بھی بعض ایسی بے جا۔ مبالغہ آمیز باتوں سے انکار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سیتا جی ندیائے جمنا کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں:-

"جمنا ہم لوگوں کو کشل منگل سے پار کر دو۔ جب بن سے پھروں گی۔ تو ایک ہزار گئوئیں۔ اور دو ہزار گھڑے مدرا (شراب) چڑھاؤنگی"۔

وہیں آگے لکھا ہے۔ کہ جمنا کو بھی مدرا نہیں چڑھتی۔ یہ کھشیپک (الحاق۔ ملاوٹ) ہے۔۔

جب ظالم راون سیتا جی کو زبردستی لے کر بھاگ گیا۔ تو شری رام چندر جی کو درختوں، ندیوں پرندوں۔ پہاڑوں وغیرہ سے نہایت اضطراب اور بے حوصلگی کی حالت میں سیتا جی کا پتہ پوچھتے ہوئے ظاہر کیا گیا ہے۔ ایسی حالت یقیناً ایک مایوس کن متوکل علی اللہ نبی کی نہیں ہو سکتی۔ لکھا ہے۔ گوداوری کے تٹ (کنارے) پر جا کر پوچھنے لگے۔ اے گوداوری جانکی (سیتا) کہاں ہے؟۔ اس کے جتنے جیو جنتو تھے سب کے منہ سے نکلا۔ اے گوداوری! تم جانکی کو بتا دو۔ پرنتو (لیکن) ندی نے راون کے بھئے (خوف) سے نہیں بتایا"۔ آرینہ کانڈ سرگ ۶۴ ص ۷۶۔

قابل غور بات یہ ہے۔ کہ شری رامچندر جی خدا تعالیٰ کے پیارے اور اس کے اوتار تھے۔ لیکن راون ظالم اور دشمن تھا۔ اگر ندی۔ پہاڑ۔ درخت جیسی بے جان چیزوں نے کسی خاص الٰہی تصرف کے ماتحت کوئی بات کرنی ہی تھی۔ تو ان کو چاہیئے تھا۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے اوتار کی تائید میں ایسی بات یا حرکت کرتے۔ ان بے جان چیزوں کو جو خاص طور پر قانون نیچر کے ماتحت اپنے اپنے فریضہ کو ادا کرتی ہیں۔ راون سے کیا خوف ہو سکتا تھا۔ اور وہ رام کے خلاف راون کی تائید و مدد کے لئے کس طرح خاموش رہ سکتی تھیں۔ بالخصوص جبکہ ہندو تاریخ سے یہ ظاہر ہے کہ شری رام چندر جی اپنی طاقت و دبدبہ اور اقتدار میں راون سے کہیں بڑھ کر تھے۔

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کے نبیوں یا اوتاروں کے متعلق کیا ہی سنہری اصول لکھا ہے "کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی" کہ خدا تعالیٰ نے اپنے ازلی قانون کے ماتحت یہ بات ضروری قرار دے رکھی ہے۔ کہ وہ اور اس کے رسول یا اوتار ہی اپنے دشمنوں پر غالب آوینگے۔ جیسا کہ شری رام اس زمانے کے فرعون راون پر فی الواقع غالب ہوئے۔

پھر لکھا ہے کہ رام چندر نے سگریو کے بچن سن کر دھنش (کمان) کو ہاتھ میں لیا۔ اور ایک بانگ (تیر) ترکش سے نکالا۔ اور دھنش پر سندھان (یعنی تیر کمان پر چڑھایا) اور سال درکھ (درخت) پہ چلایا۔ اور شبد دھنش کا (آواز) دسو دسا (دس اطراف) پورن ہو گیا۔ (تیر) پہلے سال درکھ کو بھید (چیر کر) کر کے بعد اس کے ساتوں درکھ سال کو بھید ن کر کے پربت (پہاڑ) کو دو ٹکڑے کرتا ہوا۔ اور پرتھوی (زمین) کو بھید ن کر کے رساتل (پاتال) میں چلا گیا۔ اور آسر دن (راکھش شیطان) کو بھید ن کر دیا۔ اور پھر وہ بان رام چندر کے ترکش میں آکے پرویش داخل ہو گیا۔ ککندھا کانڈ سرگ ۱۲ ص ۱۲؛

جس رنگ میں اس واقعہ کے بیان کرنے میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہے۔ وہ بغیر وضاحت ڈالنے کے ہی واضح روشن ہے۔

اسی طرح شری رام چندر جی اور راون کی فوجوں کے متعلق بڑی عجیب و غریب باتیں لکھی گئی ہیں۔ کہ عقل انسانی حیران و ششدر رہ جاتی ہے۔ اور ایک معقول ... انسان بے اختیار اپنے سر کو پیٹ لیتا ہے۔ شری رام چندر جی کی فوج کو بندر کہا گیا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے۔ کہ اور یا تری سینا (بندروں کی فوج) چالیس کوس میں پڑی ہے۔ لنکا کانڈ سرگ ۲۰ ص ۲۵

پھر لکھا ہے کہ شاردل۔ کے یہ بچن (باتیں) سن کر راون بچاؤ نے لگا۔ کہ کسی دوت (ایلچی) کو بھیج کر رامچندر اور سگریو کا بگاڑ کرا دیں تب پر بچار کر کے شک (نام راکھش) کو بلا کے کہا۔ کہ سگریو کو کہنا۔ کہ تم بانر (بندر) ہو۔ یا بانروں کے راجہ ہو۔ اور رامچندر منش (انسان) ہے۔ اور تم ایک دیش میں رہتے ہو بس تم رام چندر جی کو تیاگ (چھوڑ) کر کے کشکندھا چلے جاؤ۔ یہ سن کر شک پنچھی کا روپ دھارن کر کے (پرندہ کی شکل بنا کر) آکاش مارگ سے (آسمانی راستہ) چلا۔ اور بانری سینا کے پاس جا کر راون کا ورتانت (ذکر) سنایا۔ یہ سنتے ہی بانر آکاش لوک (آسمانی دنیا) میں جا کر اسے پکڑ لائے۔ لنکا کانڈ سرگ ۲۰ ص ۲۱

اسی طرح لنکا کانڈ سرگ ۷۴ ص ۱۱۳ میں ہنومان جی کا آسمانی راستے سے کیلاش پربت (ہمالیہ) پر جانا۔ وہاں سے ایک وہ پہاڑ اکھاڑ کر اور ہتھیلی پر اٹھا لانا۔ بوٹیوں کی خوشبو سونگھتے ہی مردہ بندروں اور لچھمن جی کا

دوبارہ زندہ ہو جانا لکھا ہے۔

قانونِ قدرت اٹل چیز ہے اس کے مطابق معجزات وغیرہ کا انبیاء علیہم السلام یا خدا کے پیاروں سے ظہور پذیر ہونا ممکن ہے۔ قانون قدرت کے خلاف کوئی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوسکتا لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (قانونِ قدرت میں تبدیلی نہیں ہوسکتی) جو استثنائی معجزات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ وہ بھی ایک خاص روحانی قانون کے ماتحت ہوتے ہیں۔

پھر معجزات کی غرض وغایت اللہ تعالیٰ کے چہرہ کو روشن کرکے دکھلانا مقصود ہوتا ہے لیکن معمولی لوگوں بلکہ خدا کے پیاروں کے دشمنوں حتیٰ کہ غیر ذوی العقول بندروں کا بغیر کسی مادی ذریعہ کے آسمان پر جانا۔ فضائے آسمانی میں پہاڑوں کو ہاتھوں پر رکھے ہمالیہ سے لنکا تک لے آنا ایسی باتیں ہیں۔ کہ اگر ان کو ظاہر پر محمول کیا جائے۔ تو اصل واقعات ہی جو خدا تعالیٰ کا روشن چہرہ دکھلانے کا ذریعہ تھے قصہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ آج تو سائینس نے انہونی باتوں کو عملی رنگ میں کرکے دکھلا دیا ہے۔ لیکن سائینس دان کوئی چیز بغیر بنیادی سامان کے ایجاد نہیں کر سکے۔ پھر نامعلوم بندر کیونکر آج کل کے ماہرین سائینس سے بھی سبقت لے گئے؟

شری رام چندر جی اور راون کی فوجوں کی جو تعداد بیان کی گئی ہے وہ اتنی مبالغہ آمیز ہے کہ اس کے مدنظر رامائن کا سارا واقعہ ہی ایک فرضی افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ شری رامچندر جی کو اوتار مانتا تو کجا۔ ان کا وجود ہی مشکوک نظر آتا ہے۔ دونوں اطراف کی فوجوں میں سے صرف راون کی فوجوں کی تعداد کا یہاں اندراج کیا جاتا ہے۔ ناظرین خود ہی اندازہ لگالیں کہ صداقت کہاں تک ساتھ دیتی ہے۔

لکھا ہے "پورب دوار پر (مشرقی دروازہ) برہشت اور دکھن (جنوب) دوار پر مہودر۔ اور پچھم (مغرب) دوار پر اندرجیت اور اتر دوار پر برشکش اور سارن کو راون نے استھت کیا ہے۔ اندر خود اتر (شمالی) دوار دس دس ہزار سپاہ (فوج) بیس بیس ہزار رتھ اور چالیس چالیس ہزار سوار اور ساٹھ ساٹھ لاکھ سپاہی سب کسی کے ساتھ ہیں۔ اور یہ سب بڑے بلوان (طاقتور) اور مایا (جنتر) کے جاننے والے ہیں۔" (لنکا کانڈ سرگ ۲۷ صفحہ ۱۶۱)

دوسری طرف شری رامچندر کی فوج بندر بتائے جاتے ہیں۔ جو ان ٹڈیوں اور ان کارِ سیاہ کے بالمقابل لڑنے آتے ہیں۔

اور چالیس کوس میں پڑے ہیں۔" (لنکا کانڈ سرگ ۲۰ صفحہ ۲۵)

ان بندروں کی تعداد کا اندازہ گرچہ عوام الناس یا ماہران جنگ نہ بھی لگا سکیں تو بھی شائد ملندر تو لگا ہی سکیں گے۔ لنکا کے چھوٹے سے جزیرہ میں رامائن کی بتائی ہوئی صرف راون کی فوج کی مجموعی تعداد جو میدان جنگ میں گویا اتری پڑی تھی۔ ریزرو فوج اس کے علاوہ ہوگی۔ اس طرح شمار کی جاتی ہے۔

رتھ = ۱۲۰۰۰۰۰ سوار ۲۴۰۰۰۰۰

پیدل ۳۶۰۰۰۰۰۰۰۔ اگر ایک رتھ میں پانچ آدمی کا اندازہ لگایا جائے۔ تو رتھ والے نوجوان ۶۰۰۰۰۰۰ ہوتے ہیں۔ راون کی ساری فوج کی مجموعی تعداد (انداز) پونے چار کروڑ جوان بن جاتی ہے گھوڑے۔ بیل خچر وغیرہ الگ ہیں۔ اصول ارتقاء کے ماتحت آج دنیا کی کل آبادی ڈیڑھ دو ارب ہوئی ہے۔ آج سے چند ہزار سال پہلے ساری دنیا کی کل آبادی چند لاکھوں تک محدود تھی۔

مردم شماری میں دودھ پیتے بچے سے لے کر نزع کی حالت والے بوڑھے تک گنے جاتے ہیں۔ عورتیں اور لڑکیاں مردم شماری میں برابر گنی جاتی ہیں۔ لیکن فوج میں تندرست و توانا نوجوان شامل کئے جاتے ہیں۔ اگر راون کی فوج کے نوجوان پونے چار کروڑ تھے تو آج لنکا کے جزیرہ کی کل آبادی اصول ارتقاء کے ماتحت کتنی ہونی چاہیئے؟

لنکا کے چھوٹے سے جزیرہ کو تو جانے دیں۔ آج سارے ہندوستان اور پاکستان کو ملا کر بھی جو لنکا سے درجنوں گنا بڑے ہیں اتنی فوج کا بھرتی کرنا ناممکن ہے۔ حالانکہ آبادی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ لنکا کی موجودہ آبادی ایک کروڑ سے بھی کم ہے۔ اور آج سے پانچ ہزار سال قبل سے موجودہ آبادی سینکڑوں گنے بڑھ گئی ہے۔ پس اس بالوضاحت اور خلاف واقعہ تعداد کا ایک مذہبی کتاب میں اندراج یا تو یقیناً اس کتاب کی شان میں اضافہ کا باعث نہیں بن سکتا۔

ایسی ہی باتوں میں سے ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ "جب رام چندر جی کرودھت (غصہ) ہوئے تو ۔ ۔ ۔ ۔ اس سمے پرتھوی (زمین) کنپ (کانپ) ہو گئی۔ اور پربت (پہاڑ) سب ڈول گئے۔ اور دسو دشا میں اندھکار (اندھیرا) چھا گیا۔ پورب پچھم۔ اتر۔ دکھن (چاروں جہات) معلوم نہیں ہوتے تھے۔ چندرما اور سورج سمیپ (نزدیک) آگئے۔ اور کرن نشٹ ہوگئی (روشنی جاتی رہی) اور آکاش سے تارے

سب ٹوٹ کر گرنے لگے ۔ ۔ ۔ ۔ اور سمندر ہاتھ جوڑ کے پرارتھنا (عاجزی) کرنے لگے کہ ہے رام چندر! میں آپ کے سرن (پناہ) میں ہوں۔ نرپرادھ ہوں (بیگناہ) میری مریادہ (فخر) آپ کی دی ہوئی ہے۔" لنکا کانڈ سرگ ۲۲ صفحہ ۲۳

روحانی تمثیلات کے لحاظ سے ایسی باتوں کا ذکر انبیاء علیہم السلام کے واقعات میں قرین قیاس ہے۔ لیکن اگر طبعی طور پر ان باتوں کا وقوع پذیر ہونا مانا جائے۔ تو یہ قطعی ناممکن اور بعید از عقل و قیاس ہیں۔ سورج کا نزدیک آجانا۔ چاند ستاروں کی روشنی نشٹ ہو جانا ان کا ٹوٹ کر گر جانا۔ سمندر کا چھ میل تک خشک ہو جانا۔ پھر لا یعقل سمندر کا ہاتھ جوڑ کر حاضر خدمت ہونا۔ موجودہ زمانہ کے باخبر انسانوں کے لئے کتنا مضحکہ خیز امر ہے۔

ایسے بہت سے واقعات اس پاک و پوتر مذہبی کتاب میں اندراج پا چکے ہیں۔ جو یا تو عالم وجود میں آئے ہی نہیں۔ یا پھر ان کے بیان کرنے میں حد درجہ غلو کیا گیا ہے اور پھر روحانی باتوں کو مادی رنگ میں سمجھ لیا گیا ہے۔ گو لکھنے والے حسن عقیدت اور خوش فہمی کے مدنظر ایسے بے سر و پا قصے و واقعات لکھ کر اپنی کارگذاری پر فخر کرتے ہیں لیکن باقی دنیا پر اس مبالغہ آمیزی کا یہ اثر پڑتا ہے۔ کہ وہ ایسے واقعات کا سرے سے ہی انکار کر دیتی ہے۔ اسی طرح مذہب کے بارے ان کی عقیدت میں فرق آ جاتا ہے بعض طبائع تو اس اثر سے بری طرح اثر پذیر ہوتی ہیں۔ ایسے مذہبی دیوانے مذہب کی خدمت کرنے والے نہیں بلکہ مذہب کی جڑیں کھوکھلی کرنے والے ہوتے ہیں۔ پھر تعجب یہ کہ ایسے واقعات کو ماننے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ اور ماننے سے انکار پر ناستک کا خطاب بے کھٹکے مل جاتا ہے چنانچہ جس رامائن سے مندرجہ بالا واقعات لئے گئے ہیں ۔ ۔ ۔ کے واقعات کی سند کے متعلق مؤلف کو فخر ہے۔ وہ ان کے اسناد میں۔ کئی مشہور و معروف معززین کے نام درج کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ

"یہ رامائن بالمیکی کہاشا کیا ہوا ہے۔ اور یہ کتھا یتھارتھ (من وعن) ہے۔ کچھ پرلاپ (ملاوٹ) نہیں۔ اور نہ اس مؤلف کا کچھ دخل ہے"۔ بالمیکی رامائن۔ مؤلف پریشر دیال مختار غازی پورہ صفحہ ۲۔

حالانکہ مذہبی راہنماؤں کو کرنا تو یہ چاہیئے کہ اصل واقعات کو اصل رنگ میں دنیا کے

سامنے پیش کریں تاکہ خدا تعالیٰ کی طرف لوگوں کا رجوع ہو۔ خدا تعالیٰ کے نبی قانون قدرت اور شریعت کے خلاف نہ کوئی کام کرتے ہیں۔ نہ ہی ایسی تعلیم دیتے ہیں۔ خلاف عقل اور مبالغہ آمیز مدح سرائی سے مذہب کی جیت نہیں ہو سکتی بلکہ ایسی عجیب باتیں افسانہ عجائبات بن کر رہ جائیں گی۔

قارئین کرام! بالمیکی رامائن میں سے چند واقعات کی مبالغہ آمیزی اور ان کا خلاف عقل ہونا اظہر من الشمس ہے۔ بے شک ایسی باتیں پرانے زمانے میں جہلا اور کم فہم لوگوں سے داہ داہ حاصل کرنے کے لئے مفید اور کار آمد ہو سکتی تھیں۔ لیکن موجودہ روشنی اور سائینس کے زمانہ میں جبکہ قدرت کے رازہائے سربستہ وا شگاف کئے جا رہے ہیں۔ اور بال کی کھال تک اتاری جا رہی ہے۔ ایسی مضحکہ خیز باتوں اور عقائد کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس زمانہ میں تو وہی مذہب جیتے گا۔ جو اپنے عقائد اور اصولوں کو سائینس جو خدا تعالیٰ کے فعل کے اظہار کا مخصوص ذریعہ ہے۔ کے مطابق اُتر سکے گا۔ ہم تمام سنجیدہ اور غور و فکر کی عادت رکھنے والے دوستوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں۔ کہ وہ اس کسوٹی پر مذہب اسلام کو جو دین فطرت ہے پرکھ کر دیکھ لیں۔ اور اگر وہ اس کو عقل کی روشنی میں واقعی قابل قبول پائیں اور اپنی مذہبی۔ سیاسی۔ اقتصادی تمدنی اور مالی مشکلات۔ غرضیکہ زندگی کے جملہ امور کا حل اس میں پائیں تو اس کو قبول کریں۔ اور دنیا و آخرت کے انعامات کے وارث ہوں۔

درخواست ہائے دعا

۱۔ میرے بھائی سید احسن علی صاحب اکبر پوری سمت ۔ ۔ ۔ کمزوری بہت زیادہ ہو گئی ہے تمام احباب جماعت درد دل سے دعا فرمائیں کہ مولا کریم بھائی صاحب موصوف کو بلد [illegible] صحت بخشے۔ اور انہیں روحانی ترقی عطا فرمائے آمین۔

۲۔ بھائی [illegible] لطیف صاحب آف کانپور [illegible] ان کے ازالے کے [illegible] دوست درد دل سے دعا فرمائیں۔

خاکسار سید شجاعت علی واقف زندگی متعلم جامعۃ المبشرین۔

بقیہ صفحہ ۷ "مولوی الٰہی کی خوشی میں"

میں بعد اس کے جو مخالف تیری توہین کریں تجھے عزت دوں گا۔ اور تیرا اکرام کروں گا۔ وہ ارادے کریں گے جو تیرا کام نا تمام رہے اور خدا نہیں چاہتا جو تجھے چھوڑ دے جب تک تیرا کام

قرآن کریم میں بیان شدہ مقدس ہستیوں کے ذکر کا فلسفہ

ہماری قابلِ تقلید اور واجب الاحترام سیتائیں

از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیان

(دیوالی کی خوشی میں)

دیگر تعلیمات و ہدایات کے ساتھ قرآن کریم ان گذشتہ قابل تقلید اور واجب الاحترام ہستیوں کا ذکر بھی کرتا ہے۔ جن کے حالات میں ہمارے لئے بہت سے زریں اور بے نظیر نمونے ملتے ہیں۔ جن سے ہم کئی قسم کے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم بہت سی پاکیزہ اور مقدس ہستیوں کے متعلق کئے گئے اعتراضات و الزامات و اتہامات اور وساوس کا ازالہ کر کے ان کے اخلاق فاضلہ اور عادات حسنہ اور قابل ذکر افعال و اقوال اور کردار ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور یہ قرآن کریم کی خصوصیت ہے۔ قرآن کریم کے مقابلہ میں دوسری الہامی کتابوں میں یہ بات بہت کم ہے یا بالکل نہیں قرآن کریم نے جہاں ایسے لوگوں کے ساتھ رہنے اور ان کی صحبت میں رہ کر ان کے رنگ میں رنگین ہونے کی ہدایات و تعلیمات دی ہیں۔ وہاں وہ ایسے پاکیزہ لوگوں کے حالات کا مطالعہ کرنے کی بھی پرزور اپیل کرتا ہے اور بار بار واذکر کے الفاظ کے ساتھ ان کے حالات کو بیان کر کے ان کا ذکر خیر جاری فرماتا ہے قرآن کریم کے اندر گذشتہ انبیاء اور بعض دوسرے مقدس مردوں کے ساتھ بعض عورتوں کے حالات کو شامل کر کے عورتوں کا بھی حق ادا کیا گیا ہے اب وہ یہ نہیں کہہ سکتیں کہ قرآن کریم نے مردوں کا تو ذکر کیا اور اُن کے حالات بتائے ہیں۔ مگر عورتوں کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ قرآن کریم نے مردوں کے ساتھ عورتوں کے حالات بیان کر کے کام سرانجام دیا ہے۔ برگزیدہ ہستیوں اور پاکیزہ لوگوں کے حالات کے بیان کرنے کی کئی اغراض ہیں۔

(۱) ان کی پاکیزگی اور تقدس کا نمونہ ہدایت و راہنمائی کے لئے پیش کرنا مدنظر ہے۔

(۲)۔ ان حالات کے ذریعہ سے ان کا ذکر خیر قائم رکھنا مدنظر ہے۔

(۳)۔ ان کے متعلق لوگوں کے اعتراضات و الزامات کا رد مقصود ہے۔

(۴)۔ وہ واقعات و حالات آئندہ کے لئے بطور پیشگوئی بھی بیان کئے گئے ہیں

(۵) ان کے حالات میں بہت سے واقعات بطور عبرت بیان ہوئے ہیں۔ ان کے ذکر سے دوسروں کو ہلاکت سے بچانا مدنظر ہے۔

(۶)۔ آئندہ نسلوں کو ان واقعات کے ذریعہ سے خدا کا سچا محب بنانا بھی مقصود ہے۔

(۷)۔ ان واقعات کے ذریعہ سے لوگوں کی سعی عمل کو بھی تیز کرنا مقصود ہے۔

(۸)۔ وہ واقعات قوم میں ایثار اور قربانی کی روح پھونکنے کے لئے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں۔

(۹)۔ ان واقعات سے ہمیں گزشتہ زمانوں کی مذہبی حالت کا علم ہو سکتا ہے۔

(۱۰)۔ ان کے ذریعہ سے بہت سی قومی و ملکی اور تاریخی حالات کا علم ہو سکتا اور رسم و رواج کا بھی پتہ لگ سکتا ہے

(۱۱)۔ ان واقعات کے ذریعہ سے لوگوں میں دلیری جرأت اور شجاعت پیدا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح یہ صبر استقلال اور استقامت پیدا کرنے کا بھی موجب ہو سکتے ہیں۔

(۱۲)۔ لوگوں کے اندر ان کے ذریعہ مذہبی جوش پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ ان میں قومی زندگی کا راز مخفی ہوتا ہے۔

(۱۳) ان کے ذریعہ سے تعصب کو دور کیا جا سکتا ہے اور عدل و انصاف کی روح پھونکی جا سکتی ہے۔ قوموں میں اتحاد قائم کیا جا سکتا ہے۔

(۱۴) ان واقعات کے ذریعہ سے مسابقت اقوام کے میدان میں ان کو تیز تر کیا جا سکتا ہے۔

(۱۵)۔ ان واقعات کے ذریعہ سے ہمیں خدا تعالیٰ کی اس سنت کا پتہ لگتا ہے جو وہ اپنے نیک و بد دونوں قسم کے بندوں کے متعلق استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ کس طرح وہ اپنے نیک بندوں سے سلوک کرتا رہا ہے۔ ان کی تائید میں نشانات۔ تائیدات اور امور غیبیہ ظاہر فرماتا رہا اور انہیں ہر موقع پر ڈھارس دیتا۔ ان کے مخالفوں کی خوشیوں کو ناامیدی میں بدل دیتا رہا ہے۔

(۱۶)۔ ان کے ذریعہ سے ان مقدس وجودوں کے حالات کا اشتراک معلوم ہو سکتا ہے اسی طرح ان کی وحیوں کے اشتراک کا بھی علم ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی کہ کن امور میں ان کی وحی ایک دوسرے سے الگ تھی۔

(۱۷)۔ ان واقعات کے ذریعہ سے ہمیں ان کی غیر معمولی دعاؤں کی قبولیت کا بھی پتہ چل سکتا ہے۔

(۱۸)۔ ان واقعات کا اُمتِ محمدیہ کے واقعات سے مقابلہ کر کے آنحضرت صلعم اور آپکے متبعین کی افضلیت ظاہر ہو سکتی ہے

(۱۹)۔ ان واقعات سے ان مخالفین کی مخالفتوں اور ان کے منصوبوں اور طریقوں کا پتہ چل سکتا ہے۔

(۲۰)۔ ان واقعات کے ذریعہ سے مومنوں اور کافروں کے مقابلہ کے نتیجہ کا علم ہوتا ہے جو صداقت کا معیار ہے۔

غرضیکہ ان برگزیدہ ہستیوں کے واقعات و حالات کے ذکر میں ہمیں بیسیوں باتوں کا علم و سبق ملتا ہے۔ جن کے بیان کی اس جگہ گنجائش نہیں اور نہ ہی ہم سب کے حالات اس جگہ درج کر سکتے ہیں۔ بلکہ ہم دیوالی کی خوشی میں صرف بعض خواتین مبارکہ کا ذکر کریں گے ان میں سے چند ایک کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے اس ذکر میں ہم سب سے پہلے ہم دیوالی کی خوشی میں سیتا جی کا ذکر کرنا از حد ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ خوشی انہی کی وجہ سے منائی جا رہی ہے اور ان کے بعد ہم دیگر سیتاؤں کا ذکر کریں گے

(۱) سیتا جی جیسا کہ ہندو میں ایک واجب الاحترام معزز خاتون سمجھی جاتی ہیں۔ ویسا ہی ہمارے نزدیک بھی وہ ایک نبی کی بیوی ہونے کی وجہ سے قابل احترام اور عزت کے مقام پر ہیں۔ انہیں اپنے خاوند حضرت رامچندر جی کے ساتھ بنباس میں لمبا عرصہ گذارنا پڑا اور انہوں نے اپنی قوم کے لئے قربانی اور خاوند کی اطاعت اور ان پر فدائیت کا بہترین نمونہ چھوڑا۔ وہ ابھی بنباس ہی میں تھیں کہ حضرت رامچندر جی کی غیر حاضری میں ظالم راون انہیں اُٹھا کر لنکا لے گیا۔ اور پھر بعد میں ایک زبردست جنگ میں فتح کے نتیجہ میں وہ واپس آئیں۔ اسی خوشی میں ہر سال دسہرہ کی رسم کے بعد ہندوؤں میں دیوالی کا تیوہار منایا جاتا اور چراغاں کیا جاتا ہے۔

گو ہندو اسے ثابت نہ کر سکیں مگر ہمارا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ظالم راون کے ظلم سے محفوظ رکھا۔ اور وہ ان کی عزت و عصمت کی اپنے خاص فضل سے حفاظت کی اور وہ بالکل محفوظ و مصئون رہیں۔ اگر ہندو سے اس امر کا ثبوت طلب کیا جاوے تو وہ اسے قطعی ثابت نہیں کر سکتے اور وہ نہیں بتا سکتے کہ وہ کس طرح ظالموں کے ہاتھوں میں پڑ کر بھی محفوظ رہیں ہندو کا ایمان و یقین محض کورانہ تقلید کا نتیجہ ہے۔ لیکن ہمارے پاس ایسے واقعات ہیں جو اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ واقعی خدا تعالیٰ نے ان کو بھی محفوظ رکھا تھا وہ واقعات ہر ہر دور کے ساتھ بھی پیش آتے رہے ہیں اور خود ہمارے سامنے بھی پیش آئے۔ جن کو دنیا اب تک دیکھ دیکھ کر حیران و ششدر رہ رہی ہے۔ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی حفاظت فرماتا رہا ہے۔ اور اب بھی فرماتا ہے۔ اگر اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی حفاظت اپنے خاص بندوں کے لئے ظاہر نہ ہوتی۔ تو گزشتہ واقعات کو ثابت کرنا محال ہوتا۔ مگر خدا تعالیٰ کی سنت جاریہ نے ثابت کر دیا کہ گذشتہ واقعات بھی صحیح ہیں اس سے ملتا جلتا ایک اور گذشتہ واقعہ کا بھی ذکر کر دینا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ اور وہ حضرت سارہ کا واقعہ ہے۔

(۲) حضرت سارہ۔ ان کا ذکر بائیبل میں آتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی تھیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصر کا سفر کیا اور وہاں کے فرعون کے پاس گئے جو غالباً آپ کی قوم میں سے تھا۔ تو اس نے حضرت سارہ کو جو حسن و جمال کا پیکر تھیں اپنے پاس طلب کیا۔ جب اُس نے آپ کے سامنے برائی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قضا و قدر کے ماتحت اس کی طاقت سلب کر لی۔ اور وہ مرعوب ہو گیا۔ اور اپنے اس فعل پر نادم ہوا۔ لیکن جب قوت دوبارہ عود کر آئی۔ تو اس نے پھر وہی حرکت کی اور اپنے بد ارادہ کا اظہار کیا۔ خدا تعالیٰ نے دوبارہ اس کے جوش کو ٹھنڈا کر دیا تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا۔ اور وہ اپنے بد ارادہ میں ناکام رہا۔ آخر اس واقعہ کو غیر معمولی سمجھکر وہ اُن کا معتقد ہو گیا اور اپنی بیٹی ہاجرہ آپ کی خدمت کے لئے پیش جو بعد میں حضرت ابراہیم

علیہ السلام کی دوسری بیوی بنیں۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کی حفاظت غیر معمولی طور پر فرمائی اور انہیں ظالم کے پنجہ سے رہائی بخشی اور ان کو ایک بیٹے اور پھر آگے کثرت نسل اور انعامات کا وعدہ دیا اور پھر وہ بیٹا انہیں عطا فرمایا جس کا نام اسحٰق ہے۔ ان سے بنی اسرائیل کا سلسلہ چلا اور وہ ایک بڑی قوم کے باپ بنے جن میں کثرت سے انبیاء مبعوث ہوئے۔

(۳) حضرت ہاجرہؓ۔ ان کا ذکر بھی بائبل میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت دائمی کے ماتحت حضرت ابراہیمؑ نے انہیں اور ان کے چھوٹے سے بچے اسمٰعیل کو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پہلے سے وعدہ دیا ہوا تھا اور جو خدا تعالیٰ کی بشارت سے پیدا ہوا تھا۔ اور جس کے ذریعہ کثرت نسل و انعامات کا وعدہ تھا۔ ملک شام سے نکال کر عرب میں مکہ کے بے آباد اور بے آب و گیاہ لق و دق صحرا میں چھوڑ دیا۔ جہاں ہر طرف موت ہی موت کے سامان تھے۔ اور زندگی کی بظاہر کوئی امید نہ تھی۔ جب ماں بیٹا دونوں کی پیاس سے جان آخری دموں تک آنے لگی تو اللہ تعالیٰ کی مدد ظاہر ہوئی۔ اور اس نے غیب سے وہاں پانی کا ایک چشمہ جاری فرما دیا۔ اور اس طرح خاص قضاء و قدر جاری فرما کر انہیں موت کے پنجہ سے بچا کر دنیا کے واسطے قیامت تک کے لئے ایک زبردست نشان بنا دیا۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال نہ ہوتی تو وہ قطعاً کسی صورت میں بھی زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان کی خاطر اپنی قدرت کا ہاتھ دکھلایا۔ یہی وہ چشمہ ہے جو اب کوئیں کی شکل میں ہے اور زمزم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بیت اللہ شریف کے پاس صحن حرم میں واقع ہے اور ان کی یادگاروں میں سے ایک زبردست یادگار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل کے ماتحت انہیں وہاں بڑھایا۔ مکہ کو آباد کیا۔ اور اس کی نسل میں سے وہ عظیم الشان پیغمبر مبعوث فرمایا جو تمام پیغمبروں سے ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جن کی خاطر انہیں مکہ میں لا کر چھوڑا گیا تھا۔ اور جن کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں کی تھیں۔ اور جن کی بعثت کے بعد مکہ نے ساری دنیا کے لئے مرکز بننا تھا۔

(۴) حضرت مریم اور ان کی والدہ۔ ان کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے۔ حضرت مریمؑ بھی دنیا کے لئے ایک بہترین نمونہ تھیں۔ ان کی والدہ نے حمل کی حالت میں ان کی پیدائش سے قبل خدا تعالیٰ کے حضور نذر مانی تھی کہ میرے ہاں اگر لڑکا پیدا ہوگا تو میں اسے تیرے نام وقف کروں گی۔ مگر لڑکی پیدا ہو گئی جس پر انہوں نے افسوس کا اظہار کیا۔ اور خدا تعالیٰ سے عرض کی۔ کہ اب تو میری نذر پوری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس وقت لڑکوں کے وقف کا رواج تھا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ یہ لڑکی تیرے ذہنی اور خیالی لڑکے سے بہتر ہے۔ اس لڑکی کا نام مریم رکھا گیا۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے نام پر وقف کی گئی۔ حضرت ذکریا نے ان کی اعلیٰ تربیت کی۔ جس کا پتہ اس واقعہ سے لگتا ہے۔ کہ ایک دفعہ بچپن میں جب کوئی شخص حضرت مریم کو پھل دے گیا اور حضرت زکریا نے پوچھا کہ یہ تم کو کہاں سے ملا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے پاس سے ملا۔ حضرت ذکریا جن کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کی بیوی بانجھ اور آپ بوڑھے تھے۔ یہ جواب سن کر ایسے متاثر ہوئے کہ اس وقت خدا تعالیٰ کے حضور اولاد کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے غیر ممکن حالات میں ان کی دعا سنکر ان کو یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی جو ایلیا کے مثیل ٹھہرے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی جب اپنی بیٹی فاطمۃ الزہراء سے ایسا ہی سوال کیا اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت مریم نے دیا تھا۔ تو آپ نے خلوص دل سے اس پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا۔ اس واقعہ سے حضرت فاطمہؓ کا بھی درجہ اور مقام ظاہر ہے۔

جن حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ذکریاؑ کو لڑکا عطا فرمایا ایسے ہی ناممکن حالات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بطن سے کنوارپن ہی میں اپنی خاص قدرت کے ماتحت لڑکا پیدا کیا جس کا نام عیسیٰ ابن مریم ہے۔ یہود نامسعود نے حضرت مریم پر بدکاری کا الزام لگایا۔ مگر یوسف نجار نے جن کے ساتھ بعد میں انہوں نے شادی کر لی خواب میں دیکھا کہ مریم پاکدامن ہے۔ بعد میں خدا تعالیٰ نے ان کے لڑکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر اور اس کی تائید کر کے ان کی ماں کی بریت کر دی۔ عیسائیوں کے علاوہ ہم مسلمان بھی انہیں خدا تعالیٰ کا نبی تسلیم کرتے ہیں۔

(۵) فرعون کی بیوی آسیہ ان کا ذکر بھی قرآن کریم میں آتا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ وہ باوجود فرعون کے ماتحت ہونے کے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع رکھتی تھیں۔ اور ہر وقت خدا تعالیٰ سے دعا کرتی رہتی تھیں۔ کہ خدایا تو مجھے اس ظالم سے نجات دے۔ اور میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور اپنی رضا مجھے عطا فرما۔ قرآن کریم نے حضرت مریم کے علاوہ ان کے ساتھ بھی مخلص مومنوں کو تشبیہ دی ہے۔ جس سے ان کا مرتبہ و مقام ظاہر ہے۔

(۶) حضرت موسیٰ کی ماں۔ فرعون کے زمانہ میں تھیں۔ اور بنی اسرائیل میں سے تھیں۔ مصر پر فرعون کی حکومت تھی۔ اور بنی اسرائیل اس کے ماتحت تھے۔ فرعون نے انہیں غلام بنا کر ان پر کئی قسم کی پابندیاں لگا رکھی تھیں۔ وہ ان کے بچوں کو قتل کروا دیتا تھا۔ اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی ماں کو بھی ان کی زندگی کے متعلق سخت خطرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ماں کی طرف وحی کی اور اپنی خاص قضاء و قدر کے ذریعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچا لیا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تو اسے ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دے انہوں نے خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق اپنے بیٹے کو دریا میں پھینک دیا۔ گویا ایک موت سے بچانے کے لئے ایک دوسری موت کے منہ میں دے دیا۔ وہ صندوق کس طرح فرعون کے ہاتھ لگ گیا۔ اس کی عقل پر پردہ پڑ گیا۔ اس نے حضرت موسیٰؑ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اور پھر حضرت موسیٰؑ کی ماں کے پاس اپنی لاعلمی کی وجہ سے دودھ پلانے کے لئے بھیجا۔ اس طرح اس فرعون کے گھر میں جس نے کل کو ان کا دشمن بننا تھا اور جس نے ان کے نبی بننے کے بعد ان کے ہاتھ پر سمندر میں غرق ہو کر قیامت تک کے لئے نشان بننا تھا۔ رکھ کر ان کی پرورش کی۔ اور ان کی ماں کے کلیجہ کو ٹھنڈک پہنچائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی ماں اور ان کی وحی کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ ذرا اس بات کو سوچیں کہ فرعون نے کس طرح موسیٰؑ کو باوجود بنی اسرائیل میں سے ہونے کے اپنے پاس رکھ کر ان کی پرورش کی اور نہ سوچا کہ کل کو یہ کہیں میرا دشمن ہی نہ نکلے۔ اور میرے مظالم کا خاتمہ کرنے والا نہ بنے۔

(۷) حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا ذکر قرآن کریم میں الگ نام کے ساتھ نہیں آیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو امہات المومنین قرار دیا ہے۔ اور ان میں سے ایک حضرت خدیجہ ہیں۔ حضرت خدیجہ نے تجارت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دیانت اور برکت کو دیکھ کر چالیس سال کی عمر میں جب آنحضرت صلعم پچیس برس کے تھے آپ سے شادی کر لی۔ آنحضرت صلعم کی ساری اولاد سوائے ابراہیم کے انہی کے بطن سے تھی۔ انہی کے بطن سے حضرت فاطمۃ الزہراء تھیں جن کے دو بیٹے حضرت حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ حضرت فاطمہ کا عقد حضرت علی سے ہوا تھا۔ حضرت فاطمہ کی اولاد سادات کہلاتی ہے۔ ان کی والدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائیں۔ آپ نے ہی آپ کو ابتدائی سخت گھبراہٹ کے وقت تسلی دی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ میں وہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ جن کا عرب میں کہیں نام و نشان نہیں۔ اور آپ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے اور غرباء اور مساکین کا بوجھ بھی اٹھاتے ہیں اور پھر اپنا سارا مال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا۔ جو آپ نے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے میں صرف کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کی بہت قدر فرمایا کرتے تھے۔

(۸) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کا نام بھی قرآن کریم میں الگ نہیں لیا گیا بلکہ امہات المومنین کے زمرہ میں ان کا ذکر آتا ہے۔ آپ بہت دانا اور عالمہ اور متقیہ پرہیزگار اور صالحہ تھیں آپ حضرت ابوبکر خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ اور اپنی خوبیوں کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو سب بیویوں سے زیادہ محبوب تھیں سب سے زیادہ آپ کی مزاج شناس تھیں ان کی شادی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سب سے زیادہ آپ کی مونس و غمخوار اور خدمتگذار اور سب سے زیادہ دین سے واقف تھیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ اگر دین سیکھنا ہو تو عائشہ سے سیکھو۔ بڑے ادق اور مشکل مسائل میں صحابہؓ کی راہنمائی فرمایا کرتی تھیں۔ جبریل جب وحی لے کر آتا تو بعض اوقات آپ کو بھی السلام علیکم پہنچاتا تھا۔ اور آپ کے بستر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔ آنحضرت صلعم کی وفات بھی آپ کے گھر میں ہوئی۔ ایک جنگ میں سفر کے موقع پر رفع حاجت کے موقعہ پر قافلہ سے پیچھے رہ گئیں۔ جو شخص ہمیشہ ان کی خبر رکھنے کیلئے مقرر تھا

(باقی صفحہ پر ملاحظہ ہو)

اس کے متعلق منافقوں نے ان پر الزام لگایا مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بعد میں ان کی برأت فرمادی۔ اس موقع پر ان کی والدہ مکرمہ نے فرمایا کہ اٹھ کر آنحضرت صلعم کا شکریہ ادا کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ میں انسان کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔ میں خدا کا شکریہ ادا کروں گی جس نے مجھے اس الزام سے بری فرمایا ہے۔

( ) سیدہ نصرت جہاں بیگم۔ آپ میر درد کی اولاد میں سے حضرت میر ناصر نواب کی بیٹی تھیں۔ مسیح الزمان کے عقد میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ایک نیک نسل کی ماں ہو گی۔ ہم اس کے بطن سے آپ کو وہ عظیم الشان لڑکا دینگے۔ وحسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔ وہ اولوالعزم ہو گا۔ وہ عمر پانے والا۔ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔ وہ ماہ ہو گا اس پر ایک اندھیرا چھا جائے گا۔ مگر میں اس اندھیرے کو دور کر دوں گا۔ وہ اس طرح کہ میں جہان کو ایک چکر میں ڈال دوں گا اور پھر وہ اندھیرا دور ہو جائے گا۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:-

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

اللہ تعالیٰ نے گویا اس کے زمانہ میں بھی اندھیرا چھا جانے کے موقع پر ایک خاص تضاد قدر کے جاری فرمانے کا ارادہ فرمایا ہے اور اس کا یہ ارادہ پورا ہو کر رہے گا۔

سیدہ نصرت جہاں بیگم جن کے نام میں سارے جہاں کی نصرت کی طرف اشارہ ہے۔ کے بطن سے جو اولاد ہے۔ ان میں سے ہر ایک خدا تعالیٰ کی بشارت سے ہوا ہے اسی لئے مسیح الزمان نے فرمایا۔

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں
یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے

گویا بتایا کہ آئندہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد ان پر رکھی گئی ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ ہندو دکو اس بات کا یقین ہے کہ سیتا محفوظ رہی تھیں گو ان کے اس ثبوت نہیں مگر ہمارے پاس ثبوت ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کو دشمنوں میں رکھ کر بھی ان کی حفاظت کیا کرتا ہے۔ چنانچہ موسیٰ کو فرعون کے گھر میں رکھ کر نہ صرف بچایا بلکہ پرورش بھی کی۔ سارہ کو دشمن کے پاس محفوظ رکھا۔ اور اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے قادیان ۳۱۳ کو رکھ کر ان کی حفاظت کر کے ان کی پرورش اپنے ذمہ رکھ کر پھر اس بات کا ثبوت دے دیا کہ وہ قادر ہے۔ وہ دشمنوں کے ہاتھوں سے بچایا کرتا اور دشمنوں کے ہاتھوں میں رکھ کر حفاظت کر کے ان کے ساتھ اپنی معیت اور نصرت کا ثبوت دیتا۔ اور اپنی خاص قضاء و قدر اور قدرت کا اظہار فرماتا اور اپنی زندہ ہستی کا ثبوت دیا کرتا ہے۔ اب بھی اس نے دیا ہے۔ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ نے سال قبل خبر دیتے ہوئے اپنے پاک مسیح کو فرمایا تھا کہ:-

"انی احافظ کل من فی الدار۔ اریك ما یُرضیك۔ رفیقوں کو کہہ دو کہ عجائب در عجائب کام دکھلانے کا وقت آ گیا ہے۔ انا فتحنا لك فتحاً مبینا لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر انی انا التواب۔ من جاءك جاءنی سلامٌ علیکم طبتم نحمدك ونصلی صلوٰۃ العرش الی الفرش نزلتُ لك ولك تری آیاتٍ۔ الامراض تشاع والنفوس تضاع وما کان الله لیغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم انه اوی القریة لولا الاکرام لهلك المقام انی احافظ کل من فی الدار ما کان الله لیغیرهم وانت فیهم انی است در مکان محبت سرائے ما۔ بھونچال آیا اور شدت سے آیا۔ زمین تہ و بالا کر دی۔ یوم تاتی السماء بدخان مبین وتری الارض یومئذٍ خامدة۔ مصفرۃ اکرمك بعد توهینك۔ یریدون ان لا یتم امرك والله یابی الا ان یتمّ امرك انی انا الرحمٰن ساجعل لك سهولة فی کل امر اریك برکات من کل طرف۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۴)

ترجمہ از حضرت اقدس۔

"میں ہر ایک کو جو تیرے گھر میں ہو گا اس کی حفاظت کروں گا۔ اور میں تجھے وہ کرشمہ دکھلاؤں گا جس سے تو خوش ہو جائے گا۔ رفیقوں کو کہدے کہ تو عجائب در عجائب کام دکھلانے کا وقت آ گیا۔ ... عذاب آسمانی ... ہم تجھ کو عطا کریں گے جو کھلی کھلی فتح ہو گی تاکہ تیرا خدا تیرے تمام گناہ بخشدے جو پہلے اور پچھلے ہیں۔ میں توبہ قبول کرنے والا ہوں۔ جو شخص تیرے پاس آئے گا وہ گویا میرے پاس آئے گا۔ تم پر سلام تم پاک ہو ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں۔ عرش سے فرش تک تیرے پر درود ہے۔ میں تیرے لئے اترا ہوں۔ اور تیرے لئے اپنے نشان دکھلاؤں گا۔ ملک میں بیماریاں پھیلیں گی اور بہت جانیں ضائع ہوں گی اور خدا ایسا نہیں جو اپنی تقدیر کو بدل دے جو ایک قوم پر نازل کی جب تک وہ قوم اپنے دلوں کے خیالات کو نہ بدل ڈالیں۔ وہ اس قادیان کو کسی قدر بلا کے بعد اپنی پناہ میں لے گا۔ اگر مجھے تیری عزت کا پاس نہ ہوتا تو اس تمام گاؤں کو میں ہلاک کر دیتا۔ میں ہر ایک کو جو اس گھر کی چار دیوار کے اندر ہے بچا لوں گا کوئی ان میں سے طاعون یا بھونچال سے نہیں مرے گا۔ خدا ایسا نہیں ہے کہ جن میں تو ہے ان کو عذاب کرے۔ ہماری محبت کا گھر امن کا گھر ہے۔ ایک زلزلہ آئے گا اور بڑی سختی سے آئے گا اور زمین کو زیر و زبر کر دے گا۔ اس دن آسمان سے ایک کھلا کھلا دھواں نازل ہو گا اور اس دن زمین زرد پڑ جائے گی یعنی سخت قحط کے آثار ظاہر ہوں گے۔

(باقی صفحہ ۹ پر کالم ۳)

شعائر اللہ کی خدمت اور حفاظت کی سعادت ہر احمدی حاصل کر سکتا ہے

ہمارا فرض ہے کہ ہم قادیان میں رہنے والوں کی دلجمعی کی پوری کوشش کریں

ارشاد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز از خطبہ فرمودہ ۲۹ ۸/۵۲

حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے تحریک درویش فنڈ کا اجراء کرتے ہوئے جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کو بالعموم اور مخیر اور صاحب ثروت احباب کو بالخصوص اس اہم تحریک میں حصہ لینے کی دعوت دی جا چکی ہے۔ لیکن اس وقت تک بہت ہی کم احباب نے اس تحریک کو سمجھا اور اس میں حصہ لیا ہے۔ مخلصین کے لئے تو حضرت اقدس کا یہی ارشاد کافی ہے کہ

"ہمارا فرض ہے کہ ہم قادیان میں رہنے والوں کی دلجمعی کی پوری کوشش کریں"

مرکز میں رہنے والے درویشوں کی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے جس کا مہیا کرنا جماعت کا اولین فرض ہے۔ اس وقت تک درویشوں کا تمام بار صدر انجمن احمدیہ قادیان پر ہی رہا ہے۔ انجمن اس بوجھ کی وجہ سے نہ صرف مقروض ہی ہو رہی ہے۔ بلکہ اگر آئندہ بھی یہ بوجھ انجمن پر ہی رہا۔ تو سلسلہ کے دیگر اہم کاموں کی سرانجام دہی میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔ اور بہت سے اہم کام روپیہ کی کمی کی وجہ سے بند کرنا پڑیں گے جس کو ایک فعال جماعت کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتی۔

پس تمام جماعت کا فرض ہے کہ وہ درویش فنڈ کو اس حد تک مضبوط بنا دے کہ درویشوں کے گزارے کا مسئلہ مستقل طور پر حل ہو جاوے۔ اور یہ تب ہی ممکن ہے۔ کہ ہر احمدی درویش فنڈ کی تحریک میں ماہوار یا یکمشت حصہ لے کر شعائر اللہ کی خدمت میں شریک ہو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احباب کو اپنے پیارے امام کی اس آواز پر لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور وہ شعائر اللہ کی خدمت اور حفاظت کے سلسلہ میں جو فرائض جماعت پر عائد ہوتے ہیں۔ ان کو ادا کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکیں۔ آمین ثم آمین